عِلمُ المیراث

حکیمُ الاُمّت مُفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃُاللہ علیہ

قادری پبلشرز۔ لاہور

عِلمُ المیراث

مُصنّف
حکیمُ الاُمّت مُفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

قادری پبلشرز
منظور منزل ۴۲، اردو بازار لاہور

نام کتاب	--------	**علم المیراث**
مصنف	--------	حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمۃ
صفحات	--------	64
کمپوزنگ	--------	**ورڈز میکر**
باراول	--------	2004ء
طابع	--------	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ناشر	--------	قادری پبلشرز لاہور
قیمت	--------	40 روپے

سٹاکسٹ

شبیر برادرز

40 اُردو بازار لاہور
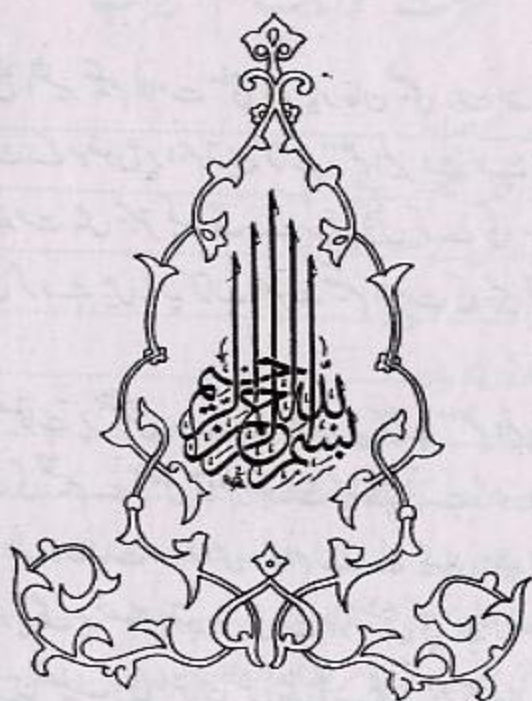
عرضِ ناشر

ہم شیخ التفسیر حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی میراث کے موضوع پر اہم ترین کتاب ''علم المیراث'' اپنے قارئین کی خدمت میں بہتر کمپوزنگ کے ساتھ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ یہ کتاب حضرت حکیم الامت کی پہلی تصنیف ہے۔

محدود صفحات پر مشتمل ہونے کے باوجود یہ کتاب ''علم المیراث'' میراث کی تقسیم سے متعلق تمام معلومات بہم پہنچاتی ہے۔ اور علمائے کرام طلبہ و طالبات اور خواص و عوام کے لئے یکساں مفید ہے۔ پروف ریڈنگ پر خصوصی توجہ دی گئی ہے اور کوشش کی ہے کہ مصنف کی بہترین تصنیف اپنی بہترین شکل میں آپ تک پہنچے ہم کہاں تک کامیاب ہیں۔ اس سلسلے میں اپنی مفید آراء سے ہمیں ضرور نوازیں اور ہمارے لئے دعائے خیر فرمائیں۔

غلام عبدالقادر خان

فہرست عنوانات علم المیراث

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ مُحَمَّدِ الْمُصْطَفٰی وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اُوْلِی الصِّدْقِ وَالصَّفَآءِ ۔

اَمَّا بَعْدُ!

پس جاننا چاہیے کہ علوم دینیہ میں علم میراث نہایت اہم اور ضروری علم ہے کیونکہ سارے دینی و دنیوی علوم کا تعلق انسان کی زندگی سے ہے لیکن علم فرائض یعنی میراث کا تعلق انسان کی موت سے ہے۔ اسی لئے حدیث شریف میں اسے آدھا علم فرمایا گیا۔ یعنی سارے علوم علم کا ایک حصہ ہیں اور تنہا فرائض دوسرا حصہ۔ اسی علم سے میت کے وارثوں میں عدل و انصاف کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی ساری زندگی عبادت و ریاضت میں گزار دے مگر اپنے وارثوں پر ظلم کر کے مرے کہ بعض کو ظلماً نقصان پہنچائے تو اس کی عبادات و ریاضات بیکار ہیں (حدیث)۔ حضرت نعمان ابن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے میرے والد سے عرض کیا کہ اپنا فلاں باغ میرے بچے کو ہبہ کر دو اور اس پر حضور ﷺ کی گواہی قائم کر لو۔ چنانچہ میرے والد مجھے بارگاہ نبوی ﷺ میں لائے اور عرض کیا کہ میں فلاں باغ اپنے اس بیٹے نعمان کو دیتا ہوں۔ حضور ﷺ گواہ رہیں۔ فرمایا کہ کیا تمہارے اور بھی فرزند ہیں۔ عرض کیا۔ ہاں فرمایا کیا ان سب کو اتنا اتنا ہی مال دیا ہے۔ عرض کیا نہیں۔ نعمان کو ہی دیتا ہوں۔ فرمایا کہ میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔ جب تم چاہتے ہو کہ تمہاری ساری اولاد تمہاری خدمت کرے تو تم بھی ساری اولاد میں انصاف سے کام لو۔ حدیث پاک میں ارشاد

ہوا کہ قیامت کے قریب علم فرائض ایسا اٹھ جائے گا کہ دو مسلمان میراث کا مسئلہ لئے پھریں گے۔ کوئی حل کرنے والا نہ ملے گا۔ قرآن کریم نے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کے احکام تو اجمالی طور پر بیان کئے مگر میراث کے مسائل بہت تفصیل سے ارشاد فرمائے۔ جس سے اس فن کی اہمیت کا پتہ لگا۔ موجودہ مسلمان جہاں دیگر دینی باتوں سے بے پرواہ ہوگئے۔ تقسیم میراث سے بھی بے نیاز ہوگئے۔ آج کل عام پڑھے لکھے لوگ بھی علم اوقات اور علم میراث سے بے خبر ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ عام مسلمان نہ نماز کے وقتوں کی پرواہ کرتے ہیں، نہ میراث کی صحیح تقسیم کی۔ بعض جگہ تو مسلمانوں نے میراث میں اسلامی قانون چھوڑ کر مشرکین کا قانون قبول کرلیا جس سے ان کی لڑکیاں میراث سے محروم ہوگئیں۔ گویا معاذ اللہ یہ لوگ جیتے جی تو مسلمان ہیں مگر مرتے ہی بے ایمان۔ یقیناً یہ جرم قابل معافی نہیں۔ حقوق اللہ تو، توبہ وغیرہ سے معاف ہو جاتے ہیں مگر حقوق العباد زبانی توبہ سے معاف نہیں ہوتے۔ میراث تمام وارثوں کا حق ہے۔ اگر اس میں کمی بیشی کرکے کسی کی حق تلفی کی گئی تو اس کی معافی توبہ سے بھی نہ ہوگی۔ مسلمانو! تم بیٹوں کی ناجائز محبت میں اپنی آخرت کیوں برباد کرتے ہو۔ نہ بیٹے تمہیں جنت دیں گے نہ بیٹیاں تمہیں دوزخ میں دھکا دیں گی۔ دونوں تمہارے لخت جگر ہیں ان سب کو وہ حق دو جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے۔ اسی میں دین و دنیا کی بھلائی ہے۔ یہ حالات دیکھتے ہوئے ۱۳۵۳ھ میں جب کہ میں مدرسہ مسکینیہ دھوراجی کاٹھیاواڑ میں مدرس تھا، علم فرائض میں یہ رسالہ لکھا جس کا ترجمہ گجراتی زبان میں شائع ہوا۔ پھر اس کا دوسرا ایڈیشن اردو زبان میں شائع ہوا۔ دوسرا ایڈیشن بھی ختم ہوگیا۔ اب جبکہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے صدقے سے مسلمانوں کو حکومت اسلامیہ یعنی دولت خداداد پاکستان عطا فرمائی۔ (خدا اسے دائم وقائم رکھے) تو اس میں میراث کا قانون اسلامی نافذ ہوا۔ جس سے عام مسلمانوں کو عموماً اور وکلاء، وحکام کو خصوصاً میراث کے مسائل سیکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور

میراث کے مسائل بہت آنے لگے۔ ساتھ ہی اس کتاب کی مانگ بھی بڑھ گئی۔ تب حضرت مخدوم سید شاہ محمد معصوم صاحب قادری نوری دام فیوضہم نے اس رسالہ کو تیسری بار چھاپنے کا حکم دیا۔ ان کے ارشاد کے مطابق رسالہ پر سہ بارہ نظر کر کے اس کا تیسرا ایڈیشن شائع کیا گیا۔ رب تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے سے اسے قبول فرمائے اور میرے لئے توشہ آخرت و صدقہ جاریہ بنائے۔ اس رسالہ میں سراجی وشریفیہ سے مسائل لئے گئے اور کہیں کہیں ردالمحتار وغیرہ فقہ کی معتبر کتابوں سے فوائد بیان کیے گئے ہیں۔ انتہائی کوشش کی گئی ہے کہ زبان نہایت سہل اور عبارت خوب واضح رہے اور ہر مسئلہ مثال سے سمجھایا گیا ہے مگر چونکہ فن ہے اس لئے ناظرین کو چاہیے کہ باربار بغور اس کا مطالعہ کریں۔ اگر کوئی قانون یا مسئلہ سمجھ میں نہ آئے تو کسی فرائض جاننے والے عالم سے حل کرلیں۔ جو کوئی اس رسالے سے فائدہ اٹھائے مجھ فقیر بے نوا کے لئے دعائے حسن خاتمہ کرے۔ رب تعالیٰ اسلام کا بول بالا کرے۔ مسلمانوں کو اپنی اطاعت کی توفیق بخشے اور مجھ بندہ مسکین گنہگار کو شدت نزع و وحشت قبر و دہشت حشر سے امن میں رکھے۔ آمین آمین یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ خَیْرِ خَلْقِہٖ وَنُوْرِ عَرْشِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

احمد یار خان نعیمی اشرفی بدایونی

وارد حال گجرات پاکستان ۸ محرم الحرام ۱۳۶۹ھ

(یوم دوشنبہ مبارکہ)

مال میت کے مصارف

جو مسلمان مرجاتا ہے تو شرعاً اس کے مال[1] میں چار حق ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے تو اس کے مال سے اس کے کفن[2] دفن میں خرچ کیا جائے گا۔ اس طرح کہ نہ اس میں زیادتی کی جائے گی نہ کمی۔ زیادتی مثلاً جتنا سنت تھا[3] اس سے زیادہ کپڑے دیدے یا اتنا قیمتی کفن دے کہ جس کو مرنے والا اپنی زندگی میں کسی وقت نہ پہنتا تھا اور کمی یہ کہ جتنے کپڑے کفن میں سنت ہیں اس سے کم دیئے جائیں مثلاً مرد کو دو کپڑے یا عورت کو چار کپڑے دے کہ یہ سنت سے کم ہیں۔ یا ایسی کم قیمت کا کپڑا کفن میں دیا جائے جو یہ مرنے والا اپنی زندگی میں نہ پہنتا تھا۔ کفن دفن سے جو مال بچے اس سے مرنے والے پر جو کسی کا قرضہ ہو وہ ادا کیا جائے۔ قرض ادا کرنے کے بعد جو مال بچا اس کے تہائی حصہ سے میت کی وصیتیں پوری کی جائیں۔ اگر اس نے وصیت کی ہو۔

وصیت کے پورا کرنے کے بعد جو مال بچے اس کو مرنے والے کے وارثوں پر

---

[1] یہ چار باتیں جو بیان کی گئی ہیں۔ میت کے اپنے مال میں جاری ہوں گی۔ اگر کسی دوسرے کا مال میت کے پاس امانت یا گروی رکھا ہے یا کوئی مکان میت کے پاس کرایہ پر تھا تو یہ چیزیں مالک کو واپس کردی جائیں گی۔ کیونکہ یہ میت کا مال نہیں تا کہ اس میں یہ کام کئے جائیں۔ (ردالمحتار منہ)

[2] کفن میں بہتر ہے کہ ایسے کپڑے کا دیا جائے جیسے کپڑے پہن کر مرنیوالا اپنے دوست احباب سے ملنے جایا کرتا تھا کہ یہ کفن درمیانی ہے۔ شریفیہ منہ

[3] کفن سنت مرد کیلئے تین کپڑے اور عورت کے لئے پانچ کپڑے ہیں۔

شریعت اسلامیہ کے مطابق تقسیم کیا جائے۔

وارثوں پر مال تقسیم کرنے کی ترتیب

میت[1] کا جو مال اوپر ذکر کی ہوئی چیزوں[2] سے بچے اسے اس ترتیب سے وارثوں پر تقسیم کیا جائے:

(۱) سب سے پہلے ذی فرض لوگوں کا ان کے حصہ شرعی حق کے برابر دیا جائے۔ ذی فرض وہ وارث ہے جس کا حصہ قرآن شریف میں مقرر کر دیا گیا ہے۔ وہ بارہ شخص ہیں، چار مرد اور آٹھ عورتیں جن کا پورا پورا ذکر آگے آتا ہے۔

(۲) ذی فرض سے جو بچے وہ نسب والے عصبہ کو دیا جائے۔ نسب والے عصبہ میت کے کنبہ کے وہ لوگ ہیں جن کا حصہ قرآن شریف میں مقرر نہیں کیا گیا بلکہ وہ ذی فرض سے بچا ہوا مال لیتے ہیں اور اگر ذی فرض نہ ہوں تو پورے مال کے وارث بنتے ہیں۔ ان کا ذکر بھی آگے آئے گا۔

(۳) اگر نصب والے عصبہ نہ ہوں تو سببی کو مال دیا جائے۔ سببی عصبہ آزاد کرنے والے مالک یا آزاد شدہ غلام کو کہتے ہیں مثلاً ایک آزاد کیا ہوا غلام مرا۔ اس کا عصبہ نسبی کوئی نہیں اور اس کے پاس مال ہے تو اس کا آزاد کرنے والا مولا اس مال کو لے گا۔

(۴) پھر آزاد کرنے والے کے عصبہ اسی ترتیب سے جو اوپر گزری۔ یعنی اول تو

---

[1] میت کے مال کا ورثہ اس کے مرنے کے بعد وارثوں کو ملتا ہے۔ میت کے مرنے سے پہلے کوئی اس کے مال کا وارث نہیں بلکہ وہ خود مالک ہے کہ اپنی زندگی اور تندرستی میں جس کو جتنا چاہے دے۔ ہاں واجب یہ ہے کہ زندگی میں اگر اپنے وارثوں کو مال تقسیم کرے تو ان کے حق نہ مارے۔ اگر کسی وارث کو نقصان پہنچانے کیلئے ایسا کرے تو بہت گنہگار ہوگا۔ واللہ اعلم رد المحتار کتاب الوقف منہ۔

[2] اس بیان میں جتنی چیزیں ذکر کی جائیں گی ان میں بعض آج کل ہمارے ملک میں نہیں پائی جاتیں جیسے غلام یا آزاد کرنے والا یا بیت المال لیکن بحث کی تکمیل کیلئے وہ بھی لکھ دی گئیں۔

مالک کے نسبی عصبہ اور اگر یہ نہ ہوں تو اس مالک کے سببی عصبہ مگر اس صورت میں مالک کے ان عصبات کو ملے گا جو مرد کی قسم سے ہوں۔ عصبہ عورتوں کو نہ ملے گا۔ اسی طرح اگر مالک مرے تو یہ آزاد شدہ غلام اس کے ترکہ کا وارث ہوگا۔

(۵) پھر اگر میت کے دونوں قسم کے عصبات نہ ہوں تو ذی فرض لوگوں پر ہی بچا ہوا مال دوبارہ تقسیم کر دیا جائے اور جتنا جتنا انہیں پہلے ملا تھا اسی حساب سے اب بچا ہوا مال ان پر دوبارہ تقسیم کر دیا جائے گا۔ اس کا پورا بیان آگے آئے گا۔

(۶) پھر اگر میت کے ذی فرض وارث بھی نہ ہوں تو اس شخص کو میت کا مال دیا جائے جو میت کا رشتہ دار تو ہو مگر ذی فرض یا عصبہ نہ ہو۔ اس کا نام ذی رحم ہے۔ اس کی جمع ذوی الارحام۔ اس کا ذکر بھی انشاء اللہ آگے آئے گا۔

(۷) پھر اگر یہ بھی نہ ہوں تو میت کا مال مولی الموالات[1] لے گا۔ مولی موالات وہ شخص ہے جس سے میت نے اپنی زندگی میں وعدہ کر لیا تھا کہ اگر پہلے میں مروں تو میرا مال تو لینا اور اگر پہلے تو مرے تو تیرا مال میں لوں گا۔

(۸) پھر اگر یہ بھی نہ ہو تو وہ شخص مال کا وارث ہوگا جس کے نسب کا مرنے والے نے اپنے مورث سے دعویٰ کیا تھا۔ مثلاً کہا تھا کہ یہ میرا بھائی ہے۔ ظاہر ہے کہ میت کا بھائی وہ ہی ہوگا جو میت کے باپ کا بیٹا ہو گویا میت اسے اپنا بھائی کہہ کر اپنے باپ سے اس کا نسب ثابت کر چکا ہے لیکن دوسری طرف سے اس شخص کا رشتہ اس مرنے والے سے ثابت نہ ہوا۔ یعنی نہ تو خود اس مورث نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور نہ کسی دوسرے شخص نے اس کی گواہی دی۔ اس کو عربی میں مقر لہ بانسب علی الغیر کہتے ہیں۔

---

[1] اگر کوئی وارث ذی فرض اور ذی رحم نہ ہو تو اس شخص کو میت کا سارا مال ملے گا۔ ہاں اگر خاوند مرا اور اس کا بیوی کے سوا کوئی اور وارث نہیں یا عورت مری اور اس کے خاوند کے سوا کوئی نہیں تو اس خاوند یا بیوی کے حصہ کے بعد اس شخص کو دیا جائے گا۔ (در مختار منہ)

(۹) اگر یہ بھی موجودہ نہ ہو تو اس شخص کو مال ملے گا جس کو میت نے تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کی ہو۔ اگر میت کے وارث لوگ موجود ہیں تو تہائی مال سے زیادہ کی وصیت جائز نہیں۔ اگر میت نے زیادہ وصیت کر بھی دی تو تہائی مال سے ہی جاری کی جائے گی۔ اسی طرح جو شخص وارث ہوتا ہو اس کیلئے بھی وصیت جائز نہیں۔ اگر کر دی تو قبول نہیں۔ ہاں اگر دوسرے وارث مان جائیں تو جائز ہے۔

(۱۰) پھر اگر یہ بھی نہ ہو تو بیت المال میں مال رکھا جائے کہ تمام مسلمانوں کے کام آئے لیکن علامہ شامی نے فرمایا کہ چونکہ اب بیت المال ظالموں کے قبضے میں ہیں کہ وہاں کے مال صحیح مصرف پر صرف نہیں ہوتے لہٰذا اب حتی الامکان کسی میت کا مال بیت المال میں نہ جانے دو۔ ایسے لاوارث کا مال فقراء پر تقسیم کر دو۔

ورثہ سے محروم کرنے والی چیزیں

چار چیزیں وارث کو ورثہ سے محروم کر دیتی ہیں یعنی اگر ان چیزوں میں سے ایک بھی کسی وارث میں پائی جائے تو اس کو اپنے رشتہ دار کے مال سے کچھ بھی نہ ملے گا۔ (۱) غلام ہونا۔ یعنی جب کہ وارث کسی کا غلام ہو تو اپنے کسی رشتہ دار کی میراث نہ پائے گا۔

---

۱ جس قتل سے قصاص واجب ہوتا ہے وہ قتل ہے جو ایسے دھار والے ہتھیار سے جان بوجھ کر قتل کیا جائے جس سے جسم کٹ سکے جیسے لکڑی یا پتھر یا لوہے کی پتلی دھار والی چیز۔ اس کے سوا اگر اور کسی طرح قتل کیا جائے تو اس سے قصاص نہیں۔ اسی طرح کسی جانور کو اگر شکار کر رہا تھا اور گولی انسان کے لگ گئی یا سوتے میں اس نے کروٹ لی اور دوسرا آدمی اس پر گرا اور اس سے مر گیا۔ لیکن ان سب صورتوں میں قاتل میت کے مال سے حصہ نہ پائے گا کیونکہ ان صورتوں میں اگر قصاص تو نہیں مگر کفارہ واجب ہے۔ ہاں اگر ایسا ہوا کہ وارث نے کنواں کھدوا دیا اور میت اس میں گر کر مر گیا تو اس سے وہ محروم نہیں۔ (ردالمحتار شریف)

(۲) سمجھ دار[1] بالغ وارث کا بلاوجہ اس طرح میت کو قتل کرنا جس سے قصاص یا کفارہ واجب ہو۔ قصاص کے معنی ہیں قتل کرنے والے کو بدلہ میں قتل کرنا۔ اگر نابالغ بچہ یا دیوانہ آدمی اپنی دیوانگی کی حالت میں کسی مورث کو قتل کردے تو اس سے وہ ورثہ سے محروم نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر وارث نے اپنے قرابت دار کو[1] حق کی وجہ سے قتل کیا۔ تو بھی یہ قاتل ورثہ سے محروم نہ ہوگا۔

(۳) وارث اور میت کا دین جدا ہو یعنی وارث مسلمان ہے اور میت کافر تھا۔ یا میت مسلمان تھا اور وارث اسلام کے سوا اور دین میں داخل ہے تو یہ ورثہ سے محروم ہے۔

(۴) میت اور وارث کا وطن الگ الگ بادشاہتوں[2] میں ہونا لیکن یہ وطن الگ جب جانا جائے گا۔ جب دونوں ملکوں کے بادشاہ مستقل اور الگ الگ ہوں اور ان بادشاہوں کی فوج اور لشکر الگ۔ ایک بادشاہت میں الگ الگ ریاستیں جن کے نواب راجے علیحدہ علیحدہ ہوں مختلف وطن نہیں کہلائیں گے۔

---

[1] حق کی وجہ یہ ہے کہ مثلاً میت اس کو قتل کرنے آیا۔ اس نے اپنی جان بچانے کیلئے اس کو قتل کردیا یا باغی ہوکر آیا۔ اس نے بادشاہ برحق کی طرف سے قتل کیا۔ (ردالمختار منہ)

[2] وطن کا الگ الگ ہونا کافروں کیلئے محروم کرنے والا ہے۔ مسلمان خواہ کسی ملک میں ہو اپنے قرابت دار مسلمان کا حصہ پائے گا۔ (ردالمختار منہ)

[3] وطن الگ الگ ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں اول تو دونوں الگ الگ ملک ہوں۔ جیسے ایک ہندوستان میں رہتا ہے اور دوسرا ترکستان میں۔ دوسرے دونوں ملکوں کے بادشاہ الگ الگ ہوں۔ تیسرے ان دونوں ملک والوں میں آپس میں لڑائی ہو کہ اس ملک کا آدمی اگر اس ملک میں آئے تو یہاں کے لوگ اس کو قتل کردیں۔ اگر یہاں کا آدمی اس ملک میں جائے تو وہ لوگ قتل کردیں۔ ان تینوں باتوں میں سے اگر ایک بھی نہ ہوگی تو اس کو الگ وطن نہ کہا جائے گا۔ (ردالمختار ودرمختار منہ)

وارثوں اور ان کے حصوں کا بیان

قرآن شریف میں وارثوں کے جو حصے مقرر کیے گئے ہیں وہ کل چھ ہیں۔
(۱) آدھا ۱/۲، (۲) چوتھائی ۱/۴، (۳) آٹھواں حصہ ۱/۸، (۴) دو تہائی ۲/۳، (۵) ایک تہائی ۱/۳، (۶) چھٹا حصہ ۱/۶

ان حصوں کے پانے والے وارث کل بارہ ہیں جن میں چار مرد ہیں اور آٹھ عورتیں ہیں۔ چار مرد یہ ہیں:

(۱) میت کا باپ (۲) میت کا صحیح دادا[۱] (۳) ماں شریکا بھائی یعنی میت اور اس کے باپ الگ الگ ہوں اور ماں ایک ہو (۴) خاوند۔

آٹھ عورتیں یہ ہیں:

(۱) میت کی بیوی (۲) بیٹی (۳) پوتی (۴) سگی بہن یعنی میت اور اس کے ماں باپ ایک ہی ہوں۔ (۵) باپ شریکی بہن یعنی میت اور اس کی ماں الگ ہو اور باپ ایک ہی ہو۔ (۶) ماں (۷) دادی (۸) نانی۔

مردوں کے حصے کا بیان

(۱) باپ کے تین حال ہیں۔ (۱) اگر میت نے بیٹا یا پوتا بھی چھوڑا ہے تو باپ کو کل مال کا چھٹا حصہ ملے گا۔ (۲) اگر میت نے بیٹی یا پوتی چھوڑی ہے اور بیٹا یا پوتا نہ چھوڑا تو باپ کو کل مال کا چھٹا حصہ بھی ملے گا اور باپ عصبہ بھی ہو گا یعنی اگر کچھ مال بچ رہے تو وہ بھی باپ کو ملے گا۔ جیسے کہ ایک شخص کا انتقال ہوا۔ اس نے ایک باپ اور ایک بیٹی چھوڑی تو کل مال کے چھ حصہ کر کے اول ایک حصہ باپ کو دیا جائے گا

---

[۱] صحیح دادا وہ ہے جس کا رشتہ میت سے باپ کی طرف سے ہو یعنی اس کے رشتہ میں ماں داخل نہ ہو۔ جیسے باپ کا باپ یا باپ کا دادا۔ اور فاسد دادا وہ ہے جس کے میت کے ساتھ رشتہ میں ماں ہو جیسے ماں کا باپ یعنی نانا یا ماں کا دادا۔ صحیح دادا تو ذی فرض ہے اور فاسد دادا یعنی نانا نہ تو ذی فرض ہے اور نہ عصبہ بلکہ ذوی الارحام میں سے ہے۔ (شریفیہ منہ)

اور آدھا یعنی تین لڑکی کو۔ اب جو دو باقی بچے وہ بھی پھر باپ کو عصبہ ہونے کی وجہ سے دے دیے جائیں گے تو لڑکی کو بھی تین ملیں گے اور باپ کو بھی۔ مگر باپ کو ایک تو اس کے فرضی حق کا اور دو عصبہ ہونے کی وجہ سے اس کی مثال یہ ہے۔

۶	ازید
لڑکی	..............................باپ ۳
۳	۳

(۳) اور اگر میت سے اولاد یعنی بیٹا یا بیٹی یا پوتا یا پوتی نہ چھوڑی تو باپ کو صرف عصبہٗ ملے گا یعنی جو باقی یہ دوسرے ذی فرض وارثوں سے بچے گا وہ باپ لے گا۔ (۲) صحیح دادا کے چار حال ہیں اس طرح کہ

صحیح دادا باپ کی طرح ہے یعنی جو تین حال باپ کے تھے وہی دادا کے ہیں مگر باپ کے ہوتے ہوئے دادا محروم رہے گا کیونکہ میت سے باپ کا رشتہ قریب ہے اور قریب کے ہوتے ہوئے دور والے کو نہیں ملتا۔

(۳) ماں شریکی اولاد کے تین حال ہیں۔ (۱) اگر ایک ہے تو تمام مال کا چھٹا حصہ ملے گا (۲) ایک سے زیادہ دو یا تین ہیں تو ان کو کل مال کا تیسرا حصہ ۳/۱ ملے گا۔ اس میں ماں شریکی بہن اور ماں شریکی بھائی برابر ہو گا یعنی جیسے اور جگہ ہوتا ہے کہ بھائی کو بہن سے دوگنا ملتا ہے۔ ایسا یہاں نہ ہو گا بلکہ بہن بھائی کے برابر حصہ پائے گی۔ جیسے مرنے والے کے ایک ماں شریکی بہن اور ایک ماں شریکا بھائی ہے اور ان کے حصہ میں چار آئے تو دو بھائی کو ملیں گے اور دو بہن کو۔ (۳) یہ لوگ میت کی

---

[۱] صحیح دادی وہ ہے جس کا رشتہ میت سے فاسد دادا کے ذریعہ نہ ہو یعنی اس کے اور میت کے بیچ میں فاسد دادا نہ آتا ہو تو ماں کی ماں اور باپ کی ماں۔ اسی طرح ماں کی نانی پر نانی صحیح دادی ہے۔ ماں کی دادی اور باپ کی ماں کی دادی فاسد دادی ہے کیونکہ اس کے بیچ میں فاسد دادا آ گیا۔ ایک میں تو نانا اور دوسری میں باپ کا نانا اور یہ دونوں فاسد دادا ہیں۔ اس کو خوب غور سے سمجھنا چاہیے۔

(شریفیہ منہ)

اپنی اولاد یا میت کے بیٹے کی اولاد یا باپ دادا کے ہوتے ہوئے محروم ہو جائیں گے یعنی میت نے بیٹا یا بیٹی' پوتا یا پوتی یا باپ یا دادا چھوڑا ہے تو ماں شریکی بھائی بہن محروم۔

(۴) خاوند کے دو حال ہیں۔ اگر اس کی بیوی نے اپنے پیٹ کی اولاد چھوڑی ہے خواہ اسی خاوند سے ہو یا دوسرے خاوند سے تو خاوند کو کل مال کا چوتھائی حصہ ۱/۴ ملے گا اور اگر اولاد نہیں چھوڑی تو کل مال کا آدھا ۱/۲ ملے گا۔

عورتوں کے حصے کا بیان

(۱) بیوی چاہے ایک ہو یا زیادہ' اس کے دو حال ہیں۔(۱) اگر میت نے اپنے نطفہ کی اولاد یا اولاد کی اولاد چھوڑی ہے چاہے اسی بیوی سے ہو یا کسی دوسری بیوی سے' تو بیوی کو کل مال کا آٹھواں ۱/۸ حصہ ملے گا(۲) اور اگر اولاد نہیں چھوڑی تو کل مال کا چوتھائی ۱/۴ حصہ ملے گا۔

(۲) بیٹی۔ بیٹی کے تین حال ہیں۔(۱) اگر بیٹی ایک ہے تو کل مال کا آدھا حصہ ملے گا۔(۲) اگر ایک سے زیادہ ہیں تو کل کا ۲/۳ دو تہائی حصہ پائے گی۔ (۳) اگر میت نے بیٹی کے ساتھ بیٹا بھی چھوڑا ہے تو یہ بیٹی کے ساتھ مل کر عصبہ ہو جائے گی اور ذی فرض وارثوں سے جو مال بچے گا اس کو ان پر اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ بیٹے کو دو حصہ اور بیٹی کو ایک حصہ۔

(۳) پوتی کے کل چھ حالات ہیں۔ (۱) اگر اکیلی ہے تو کل مال کا آدھا پائے گی (۲) اگر ایک سے زیادہ ہے تو کل مال کا دو تہائی ۲/۳ مگر یہ جب ہے کہ میت نے پوتی کے ساتھ کوئی بیٹی نہ چھوڑی ہو۔(۳) اگر پوتی کے ساتھ ایک بیٹی بھی چھوڑی ہے تو پوتی کو مال کا چھٹا حصہ ملے گا۔ (۴) اگر دو بیٹیاں چھوڑی ہیں تو اب پوتی محروم۔ (۵) اگر دو بیٹیوں اور پوتی کے ساتھ کوئی پوتا یا پر پوتا بھی چھوڑا ہے تو یہ

پوتا یا پرپوتا اس پوتی کو عصبہ کر دے گا کہ جو ذی فرض کے بعد باقی بچے گا وہ اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ پوتی کو ایک حصہ اور پوتے کو دو حصے (٦) اگر میت نے اپنا بیٹا چھوڑا ہے تو پوتی محروم۔

(۴) سگی بہنوں[1] کے پانچ حال ہیں۔

(۱) اگر ایک ہے تو کل مال کا آدھا (۲) اگر ایک سے زیادہ ہیں تو کل مال کا دو تہائی حصہ (۳) اگر بہن کے ساتھ سگا بھائی بھی ہے تو بہن عصبہ ہے اور مال اس طرح تقسیم ہوگا کہ بھائی کو دو حصہ اور بہن کو ایک حصہ۔ (۴) اگر میت نے بہنوں کے ساتھ بیٹیاں یا پوتیاں بھی چھوڑی ہیں تو اس صورت میں بہنیں عصبہ ہوں گی (۵) اگر میت نے بہن کے ساتھ بیٹا یا پوتا یا باپ دادا چھوڑا ہے تو بہن محروم۔

(۵) باپ[1] شریکی بہن کے کل سات ہے حال ہیں۔

(۱) اگر ایک ہے تو کل ترکہ کا آدھا ملے گا (۲) اگر سے زیادہ ہیں تو وہ دو تہائی ۲/۳ کی مستحق ہوں گی مگر یہ جب ہے کہ جب سگی بہن نہ ہو۔ (۳) اگر ان کے ساتھ ایک سگی بہن بھی ہے تو اس کو چھٹا حصہ (۴) دو سگی بہن بھی ہے تو باپ شریکی بہن محروم۔ (۵) اگر کوئی باپ شریکا بھائی بھی ہو تو یہ عصبہ ہو جائیں گی اور ان کے آپس میں مال اس طرح تقسیم ہوگا کہ بھائی کو دو حصہ اور بہن کو ایک حصہ (٦) باپ شریکی بہن اپنے بھائی اور میت کی بیٹی یا پوتی کے ہوتے ہوئے عصبہ ہو جائیں گی۔ (۷) یہ بھی بیٹے اور پوتے اور باپ اور دادا کے ہوتے ہوئے محروم رہیں گے۔

(٦) ماں کے چار حال ہیں۔

(۱) اگر میت نے اپنی یا اپنے بیٹے کی اولاد چھوڑی ہے تو ماں کو کل مال کا چھٹا حصہ ملے گا۔ (۲) اسی طرح اگر دو بھائی بہن کسی طرح کے ہوں گے چاہے سگے ہوں یا ماں شریکے یا باپ شریکے جب بھی ماں کو چھٹا حصہ ملے گا۔ (۳) اگر ان میں سے

---

[1] یعنی جن کے ماں اور باپ دونوں ایک ہی ہوں۔ اس کو عربی زبان میں حقیقی کہتے ہیں۔

کوئی نہ ہو تو ماں کو پورے مال کا تہائی حصہ ملے گا (۴) اگر یہ اولاد یا بھائی بہن نہیں ہیں اور خاوند یا بیوی اور باپ ماں کے ساتھ ہیں تو خاوند یا بیوی سے بچے ہوئے مال کا تہائی حصہ ملے گا۔ اس کی مثال یہ ہے۔

۴............................زید

ماں	باپ	بیوی
۱		۱

اس صورت میں بیوی کو چوتھائی اور ماں کو بچے ہوئے مال کا تہائی حصہ ملا اور باپ کو باقی بچا ہوا مال یا جیسے مندرجہ ذیل نقشے میں خاوند کو آدھا اس کے بچے ہوئے سے ماں کو تہائی اور باقی دو باپ کو۔

خاوند	باپ	ماں
۳		۱

نمبر ۸-۷: (۱) دادی کو کل مال کا چھٹا حصہ ملے گا مگر جبکہ دادی صحیحہ ہو فاسدہ نہ ہو۔ دادی صحیحہ کی تعریف ہم پہلے کر چکے ہیں خواہ ایک ہو یا زیادہ۔ (۲) ماں کے ہوتے ہوئے دادی محروم ہوگی (۳) باپ فقط اپنی طرف کی دادیوں کو محروم کر دیگا۔ ماں کی طرح کی دادیاں باپ سے محروم نہ ہوگی (۴) قریب کے رشتہ کی دادی کے ہوتے ہوئے دور کے رشتہ کی دادی محروم ہو جائے گی۔ جیسے میت کے ایک تو باپ کی ماں ہے اور ایک ماں کی نانی ہے۔ تو باپ کی ماں کو تو ملے گا کیونکہ یہ میت سے رشتہ میں قریب

---

[۱] یعنی جو باپ میں شریک ہوں اور ماں دونوں کی الگ الگ ہوں۔ اس کو عربی میں علاتی کہتے ہیں۔

[۲] ماں سے مراد وہ عورت ہے جس کے پیٹ سے یہ میت پیدا ہوا تھا۔ سوتیلی ماں اصل میں ماں ہی نہیں ہے۔ وہ اس رشتہ سے حصہ نہ پائے گی۔ اسی طرح اگر یہ بچہ زنا کا تھا تو اس کے مال سے اس کے مرنے کے بعد اس کی ماں حصہ پائے گی۔ مگر زانی باپ اس حرامی بچے کی میراث نہ پائے گا۔ (منہ)

ہے اور ماں کی ماں کی ماں یعنی ماں کی نانی کو نہ ملے گا کیونکہ یہ میت سے رشتہ میں دور ہے۔(۵) اسی طرح اگر میت نے ماں کی ماں اور باپ کی ماں کی ماں چھوڑی تو ماں کی ماں یعنی نانی کو حصہ ملے گا اور باپ کی ماں کی ماں محروم رہے گی کیونکہ یہ اس رشتہ میں دور ہے(۶) جس دادی کو میت سے دو طرف سے رشتہ حاصل ہو اس کے ہوتے ہوئے وہ دادی محروم نہ ہوگی۔ جس کو میت سے ایک طرف سے رشتہ ہو جیسے کہ ایک عورت نے اپنے پوتے کا نکاح اپنی نواسی سے کر دیا تو اس سے جو اولاد ہوگی اس کی یہ عورت دادی بھی بنے گی اور نانی بھی تو اس کے ہوتے ہوئے ایک رشتہ کی نانی محروم نہ ہوگی۔ بلکہ بعض کے قول میں دو رشتہ والی دادی کے برابر حصہ ملے گا۔

عصبہ وارثوں کا بیان

نسبی[1] عصبہ تین طرح کے ہیں۔ (۱) وہ جو اپنے آپ عصبہ بنیں۔ کوئی دوسرا ان کو عصبہ نہ بنا دے۔ انہیں عربی میں عصبہ بنفسہٖ کہتے ہیں جیسے لڑکا۔

(۲) وہ جو اپنے آپ عصبہ نہ بنیں بلکہ دوسرا وارث ان کو عصبہ کر دے اور جس نے اس کو عصبہ کیا ہو۔ وہ خود بھی عصبہ ہو۔ اس کو عصبہ بغیرہٖ کہتے ہیں۔ جیسے بیٹی۔ کہ اس کو بیٹا عصبہ کرتا ہے اور وہ خود بھی عصبہ ہے۔

(۳) وہ عصبہ جو اپنے آپ عصبہ نہ ہوں بلکہ دوسرے وارث سے مل کر عصبہ بن

---

[1] عصبہ وارث دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک نسبی اور دوسرے سببی۔ نسبی عصبہ ان کو کہتے ہیں جن کو میت سے نسبت کے طریقہ سے تعلق ہو۔ یعنی وہ میت کے کنبہ کے ہوں۔ جیسے اولاد' باپ' دادا' بھائی اور بھائی کے لڑکے' چچا' چچا کے لڑکے جس کو اس جگہ بیان کیا گیا۔ سببی عصبہ ان کو کہتے ہیں جو اپنی ملکیت سے غلام کو آزاد کر چکا ہو۔ اسی طرح مالک کا آزاد کرنے والا مالک بھی سببی عصبہ ہے کہ یہ لوگ بھی نسبی عصبہ موجود نہ ہونے پر اس میت کے وارث ہوتے ہیں۔ لیکن ہمارے ہندوستان میں چونکہ یہ لوگ موجود نہیں۔ اس لئے ان کے بیان کو چھوڑ دیا گیا کہ یہاں اس کی ضرورت نہیں۔ (منہ)

جائیں۔ لیکن جس وارث نے اس کو عصبہ کیا ہو وہ خود عصبہ نہ ہو۔ جیسے بہن جو کہ بیٹی کی وجہ سے عصبہ بن جاتی ہے مگر بیٹی خود عصبہ نہیں بلکہ ذی فرض ہے۔ اس کو عصبہ مع غیرہ کہتے ہیں۔

پہلی قسم کے عصبہ وہ وارث ہیں جو مرد ہوں اور ان کا رشتہ میت سے کسی عورت کے سبب سے نہ ہو۔ یعنی میت اور اس کے بیچ کے نسب میں عورت نہ آئے۔

یہ عصبہ چار[1] طرح کے ہوتے ہیں۔

(۱) ایک تو میت کی اولاد جیسے بیٹا' پوتا۔ (۲) وہ جن کی اولاد میت ہو۔ جیسے باپ' دادا' پردادا۔ (۳) میت کے باپ کی اولاد جیسے بھائی یا بھائی کے لڑکے اور پوتے۔ (۴) میت کے دادا کی مذکر اولاد۔ جیسے میت کے چچا اور چچا کی مذکر اولاد۔

ان میں سے جس کا رشتہ میت سے قریب ہوگا وہ تو عصبہ بنے گا اور دور کے رشتہ والوں کو عصبہ نہ بننے دے گا۔ لہٰذا سب سے پہلے میت کی اولاد عصبہ بنے گی۔ یعنی اولاد کے ہوتے ہوئے باپ یا دادا عصبہ نہ بنیں گے۔ پھر اولاد میں بھی جو میت سے قریب رشتہ دار ہوگا وہ حصہ پائے گا اور دور رشتہ والا محروم رہے گا۔ لہٰذا اگر میت کے بیٹا اور پوتا ہے تو بیٹے کو حصہ ملے گا اور پوتا محروم رہے گا۔ کیونکہ وہ بیٹے سے دور رہے۔ پھر جب اولاد نہ ہو تو میت کے باپ دادا وغیرہ عصبہ ہوں گے۔ مگر ان میں بھی قریب کے رشتہ دار ہوتے ہوئے دور کا رشتہ دار محروم رہے گا۔ اگر میت کی اولاد اور باپ وغیرہ بھی نہ ہوں تو باپ کی اولاد عصبہ بنے گی جیسے بھائی وغیرہ۔ ان میں بھی جو قریب کا رشتہ دار ہوگا۔ وہ دور والے کو محروم کر دے گا۔ تو بھائی کے ہوتے ہوئے بھائی کی اولاد محروم رہے گی۔ پھر میت کے دادا کی اولاد عصبہ بنے گی جیسے چچا۔ ان

[1] جو ورثا میت کی اولاد میں ہوں ان کو فروع میت کہتے ہیں اور جن کی اولاد میں میت ہو اس کو اصول میت کہتے ہیں۔ یہ دونوں دو طرح کے ہیں۔ اصول قریبہ[1] اصول بعیدہ[2]۔ اسی طرح فروع قریبہ[1] اور فروع بعیدہ[2]۔ باپ اصول قریبہ میں سے ہے اور دادا پر دادا اصول بعیدہ میں ہیں۔ بیٹا فروع قریبہ میں سے ہے اور پوتا پر پوتا فروع بعیدہ میں ہیں۔ واللہ اعلم منہ

میں بھی قریبی رشتہ دور کے رشتہ والے کو محروم کردے گا تو چچا کے ہوتے ہوئے چچا کی اولاد محروم رہے گی جس طرح قریب رشتہ والا عصبہ دور کے رشتہ والے عصبہ کو محروم کر دیتا ہے۔ اسی طرح جس عصبہ کا رشتہ میت سے ایک طرف سے ہو جیسے میت کا سگا بھائی ہو تو باپ شریکا بھائی محروم رہے گا کیونکہ اس کا رشتہ فقط باپ کی طرف سے ہے۔ اسی طرح باپ کا سگا بھائی باپ کے باپ شریکے بھائی کو محروم کردے گا۔ تمام عصبہ وارثوں میں یہ بات رہے گی۔

دوسری قسم کے عصبہ جو ایسے وارث سے عصبہ بنے جو خود بھی عصبہ ہے وہ چار عورتیں ہیں جن کا ذکر ہو چکا۔ جن کا حصہ آدھا اور دو تہائی تھا۔ یہ سب عورتیں اپنے اپنے بھائیوں سے عصبہ ہو جاتی ہیں جیسے بیٹی، پوتی، سگی بہن اور باپ شریکی بہن۔ یہ بھی خیال رہے کہ جس عورت کا حصہ مقرر نہیں اگر اس کا بھائی عصبہ بنے گا تو یہ عورت عصبہ نہ بنے گی۔ جیسے میت کے باپ کی بہن یعنی پھوپھی کہ اس کا بھائی یعنی میت کا چچا عصبہ ہے اور یہ عصبہ نہیں۔ اس لئے کہ یہ پھوپھی ذی فرض نہ تھی چونکہ سببی عصبہ یعنی غلام اور اس کا آزاد کرنے والا مولیٰ وغیرہ ہندوستان میں نہیں پائے جاتے۔ اس لئے ان کا بیان چھوڑ دیا گیا ہے۔

حجب کا بیان

حجب[1] کے معنی یہ ہیں کہ ایک وارث دوسرے وارث کو نقصان پہنچائے۔ یہ

---

[1] عربی میں حجب کے معنی روکنا ہیں۔ یہاں بھی ایک وارث دوسرے وارث کو یا تو زیادہ مال لینے سے روکتا ہے یا بالکل مال لینے سے روکتا ہے۔ اسی لئے اس کو حجب کہتے ہیں۔ اگر زیادہ حصہ لینے سے روکے تو اس کو حجب نقصان کہتے ہیں اور اگر بالکل محروم کردے تو اس کو حجب حرمان کہتے ہیں۔ حجب اور منع میں یہ فرق ہے کہ منع میں تو خود وارث کی کوئی حالت اس کو محروم کرتی ہے۔ جیسے کفر یا قتل یا غلام ہونا اور حجب میں وارث کا خود حال اس کو محروم نہیں کرتا بلکہ دوسرے وارث کی موجودگی اس کو محروم کردیتی ہے۔ واللہ اعلم۔ (۱۲ منہ غفرلہ)

نقصان دو طرح کا ہوتا ہے۔ایک تو یہ کہ ایک وارث دوسرے وارث کا حصہ کم کردے یعنی اگر یہ وارث نہ ہوتا تو وہ دوسرا وارث زیادہ حصہ پاتا۔اب جبکہ یہ وارث ہے تو اس کو حصہ کم ملا۔

دوسرے یہ کہ ایک وارث دوسرے وارث کو محروم کردے۔یعنی اگر وارث اول نہ ہوتا تو دوسرے وارث کو میت کے مال سے حصہ ملتا۔اب جبکہ یہ وارث موجود ہے تو دوسرا وارث محروم ہوگیا۔

اول قسم کے اندر پانچ وارث ہیں۔

۱- بیوی ۲- خاوند ۳- ماں ۴- باپ پوتی

۵- باپ شریک بہن

ان کا پورا پورا بیان اوپر گزر چکا۔وہاں دیکھو۔

دوسری قسم کے اندر دو قسم کے وارث ہیں۔

ایک تو وہ جو کسی طرح محروم نہیں ہوتے۔ان کی تعداد چھ ہے۔

۱- بیٹا ۲- باپ ۳- خاوند ۴- بیٹی

۵- ماں ۶- بیوی

دوسرے وہ جو کبھی حصہ پاتے ہیں اور کبھی نہیں۔اس کے محروم ہونے کے دو قاعدے ہیں۔

پہلا تو یہ کہ جس وارث کا رشتہ میت سے دوسرے وارث کے ذریعہ سے ہوگا۔ جب وہ وارث خود موجود ہوگا تو یہ وارث محروم ہوجائے گا جیسے باپ کے ہوتے ہوئے دادا محروم یا بیٹے کے ہوتے ہوئے پوتا محروم کہ دادا اور پوتے کا رشتہ باپ اور بیٹے کی وجہ سے ہے۔ہاں۔ماں شریکے بھائی بہن ماں کے ہوتے ہوئے محروم نہیں ہوتے۔

دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ قریب کے رشتہ دار ہوتے ہوئے دور کا رشتہ دار محروم ہوجاتا ہے۔جو وارث ورثہ سے خود محروم ہوجاتا ہے۔وہ دوسرے وارث کو نقصان

نہیں پہنچا سکتا۔ جیسے ایک شخص نے کافر بیٹا چھوڑا۔ تو یہ کافر بیٹا میت کی ماں یا بیوی کا حصہ کم نہیں کر سکتا۔ اسی طرح قاتل اور غلام کہ کسی کے حصہ کو کم بھی نہیں کر سکتے اور کسی کو ورثہ سے محروم بھی نہیں کر سکتے۔ لیکن جس وارث کو دوسرے وارث نے ورثہ سے محروم کر دیا ہو وہ دوسرے وارث کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ جیسے میت کے دو بھائی۔ اگر باپ کی وجہ سے محروم ہو جائیں تو اگرچہ خود تو میت کے مال سے حصہ نہ پائیں گے لیکن میت کی ماں کا حصہ کم کر دیں گے۔ اس کی مثال:

۶..زید

باپ	ماں	بھائی	بھائی
۵	۱	م	م

اس صورت میں باپ کی وجہ سے اگرچہ دونوں بھائی محروم رہے۔ مگر ماں کا حصہ کم کر دیا گیا۔ اگر یہ دونوں بھائی نہ ہوتے تو ما کو کل مال کا تہائی ۱/۳ حصہ ملتا۔ اب ان کے ہونے سے چھٹا حصہ ملا۔

مال سے وارثوں کے حصے نکالنے کا بیان

قرآن شریف میں جو وارثوں کے حصے مقرر کیے گئے ہیں۔ دو طرح کے ہوتے ہیں:

(۱) اول میں آدھا ۱/۲ و چوتھائی ۱/۴ و آٹھواں حصہ ۱/۸ شامل ہیں۔

(۲) میں ۲/۳ یعنی دو تہائی و ۱/۳ یعنی ایک تہائی و ۱/۶ یعنی چھٹا حصہ شامل ہیں۔

اگر کسی مسئلہ میں ان حصوں میں سے کوئی ایک بھی حصہ ہو تو وہ مسئلہ اس حصہ کے مخرج[۱] سے بنے گا۔ کسر کا مخرج وہ عدد ہے جو اس حصہ کی طرح کا نام رکھتا ہو۔

---

[۱] مطلب یہ ہے کہ ہر مسئلہ میں جیسی کسر کا حصہ آئے گا اسی کسر کے مخرج سے مسئلہ کیا جائے گا۔ مخرج کی تعریف آگے آئے گی اور آدھے کے سوا باقی ہر کسر کا مخرج اس کا ہم نام عدد ہے جیسے چوتھائی کا مخرج چار۔ پانچویں حصہ کا مخرج پانچ۔ اسی طرح اوروں کو معلوم کرو اور (باقی اگلا صفحہ پر)

جیسے اگر کسی مسئلہ میں آدھا آئے تو مسئلہ دو سے بنے گا۔ اگر مسئلہ میں تہائی ۳/۱حصہ آئے تو مسئلہ تین سے بنے گا اور اگر مسئلہ میں چوتھائی آئے تو مسئلہ چار سے بنے گا۔ اگر آٹھواں حصہ آئے تو مسئلہ آٹھ سے بنے گا اور اگر چھٹا حصہ آئے تو چھ سے۔ جیسے ایک آدمی مرا۔ اس نے ایک بیوی اور ایک بیٹا چھوڑا تو اس مسئلہ میں بیوی کا آٹھواں حصہ ہے۔ اس لئے مسئلہ آٹھ سے ہوگا۔ ان میں سے ایک بیوی کو اور سات بیٹے کو اور اگر بیوی اور ایک بھائی چھوڑا تو بیوی کا حصہ چوتھائی ہے۔ تو مسئلہ چار سے بنے گا۔ یعنی کل مال کے چار حصے کر کے ایک بیوی کو اور تین حصہ بھائی کو دیئے جائیں گے۔ اسی طرح اور مسئلے بھی معلوم کرو۔ اگر کسی مسئلہ میں ان حصوں میں سے دو تین حصہ جمع ہو گئے تو یا ایک ہی قسم کے دو حصہ ہوں گے جیسے آدھا اور آٹھواں حصہ جمع ہو گیا۔ یا آدھا و چوتھائی و آٹھواں جمع ہو گئے۔ یا کسی مسئلہ میں تہائی حصہ و چھٹا حصہ جمع ہو گئے تو اس صورت میں چھوٹی کسر کے مخرج سے مسئلہ کیا جائے گا۔ کیونکہ جس

(بقیہ گزشتہ صفحہ سے) اگر کسی مسئلہ میں کئی کسروں کے حصے آ گئے تو ایسے عدد سے مسئلہ بناؤ جو ان دونوں کا مخرج بن سکے۔ اس کا قاعدہ یہ ہے کہ جن دو کسروں کا مخرج مشترک معلوم کرنا ہو تو پہلے ان دونوں کسروں کا الگ الگ مخرج معلوم کرلو۔ پھر ان دونوں مخرجوں میں نسبت معلوم کرو۔ اگر ان دونوں مخرجوں میں تداخل ہے جب تو بڑا عدد ان دونوں کسروں کا مخرج ہے۔ جیسے چوتھائی اور آٹھواں حصہ ان کا مخرج معلوم کرنا ہے تو پہلے چار اور آٹھ کو الگ الگ معلوم کیا۔ پھر دیکھا کہ چار اور آٹھ میں تداخل ہے تو سمجھ لیا کہ آٹھ دونوں کا مخرج ہے اور اگر ان دونوں ہم مخرجوں میں توافق ہے تو ایک مخرج کے وفق کو دوسرے مخرج سے ضرب دو جو حاصل ہو وہ ان دونوں کسروں کا مخرج ہے جیسے چوتھائی اور چھٹے حصے کا مخرج معلوم کرنا ہے تو پہلے چار اور چھ کو لیا۔ ان میں آدھے کا توافق ہے تو چھ کے آدھے یعنی تین کو چار میں ضرب دی اس سے بارہ حاصل ہوا۔ یہ بارہ چوتھائی اور چھٹے حصے کا مخرج ہے اور اگر ان دونوں مخرجوں میں تباین ہے تو ایک مخرج کو دوسرے میں ضرب دو۔ جو حاصل ہو وہ ان دونوں کسروں کا مخرج جیسے چوتھائی اور پانچواں حصہ کا مخرج معلوم کرنا ہے تو چار اور پانچ کو لیا اور چار کو پانچ میں ضرب دی جس سے بیس حاصل ہوا۔ یہ بیس چوتھائی اور پانچویں حصہ کا مخرج ہے۔ واللہ اعلم منہ

عدد سے چھوٹا حصہ نکلے گا اسی عدد سے اس حصہ کا دوگنا بھی بنے گا۔ جیسے ایک مسئلہ میں چوتھائی اور آٹھواں حصہ جمع ہوگئے تو مسئلہ آٹھ سے بنایا جائے۔ کیونکہ آٹھ میں سے آٹھواں حصہ بھی بن سکتا ہے اور اس کا دوگنا چوتھائی بھی بن سکتا ہے۔ اسی طرح اگر مسئلہ میں چھٹا حصہ اور تہائی حصہ جمع ہوگئے۔ تو مسئلہ چھ سے بنے گا۔ اس سے چھٹا حصہ اور اس کا دوگنا یعنی تہائی دونوں نکل سکتے ہیں۔ اگر ان دو قسموں میں سے کوئی حصہ دوسری قسم کے کسی حصہ کے ساتھ جمع ہوکر آئے تو اگر آدھا دوسری قسم کے کسی حصہ کے ساتھ یا سارے حصوں سے جمع ہوکر آئے تو مسئلہ چھ سے ہوگا۔ اگر چوتھائی دوسری قسم کے کسی حصہ یا تمام حصوں سے مل کر آئے تو مسئلہ بارہ سے بنے گا۔ اگر آٹھواں حصہ دوسری قسم کے کسی حصہ یا سارے حصوں کے ساتھ جمع ہو جائے تو مسئلہ چوبیس سے بنے گا۔ اس قاعدے کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔

عول کا بیان

عول کے معنی یہ ہیں کہ وارثوں کے حصے جب ملائے جائیں تو اس عدد سے بڑھ جائیں جس سے مسئلہ بنا تھا۔ مثلاً مسئلہ چھ سے بنا تھا اور وارثوں کے حصے ملائے گئے تو آٹھ ہوگئے۔ جیسے ایک عورت مری۔ اس نے خاوند، ماں اور دو بہنیں چھوڑیں تو مسئلہ چھ سے ہوا۔ اس میں سے آدھا یعنی تین خاوند کو ملے اور ایک ماں کو ملا اور چار دونوں بہنوں کو ملے تو کل مسئلے کے آٹھ حصے ہوئے۔ حالانکہ مسئلہ چھ سے بنا تھا۔ اس صورت میں مال کے آٹھ حصے کر کے اسی طرح بانٹ دیا جائے گا۔ جاننا چاہئے کہ جن عددوں سے مسئلے بنتے ہیں وہ کل سات عدد ہیں۔ جن میں سے چار عدد تو ایسے ہیں جن کا کبھی عول نہیں ہوتا۔ دو، تین، چار، آٹھ۔ اگر کوئی مسئلہ ان میں سے کسی عدد سے بنے گا تو مسئلے کے حصے ان عددوں سے نہ بڑھیں گے اور تین عدد ایسے ہیں جن کا عول ہو جاتا ہے۔ جیسے چھ، بارہ، چوبیس۔ ان تینوں میں سے چھ کا دس تک عول ہو سکتا

ہے یعنی جس مسئلہ کو چھ بنایا گیا ہے اس کے حصوں کی زیادتی سات' آٹھ' نو' دس تک ہوسکتی ہے اور بارہ کا سترہ تک عول ہوسکتا ہے۔ یعنی جو مسئلہ بارہ سے بنا ہو اس کے حصے سترہ تک بڑھ سکتے ہیں۔ اس طرح کہ تمام حصے مل کر تیرہ یا پندرہ یا سترہ ہو جائیں۔ چودہ یا سولہ نہیں ہوسکتے اور چوبیس فقط ستائیں تک بڑھ سکتا ہے یعنی جو مسئلہ چوبیس سے بنا ہو اس کا عول صرف ستائیں ہوگا۔ پچیس یا چھبیس نہیں ہوسکتا۔

عددوں[1] کا حال معلوم کرنے کا بیان

اگر دو عدد برابر ہوں تو ان کو مساوی کہتے ہیں جیسے چار روپیہ اور چار آدمی۔ ان آدمیوں کا عدد یعنی چار روپوں کے عدد چار کے برابر ہے۔ اگر دو عدد آپس میں چھوٹے بڑے ہوں تو وہ تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ چھوٹا عدد بڑے کو مٹا دے یعنی بڑا عدد چھوٹے پر برابر بٹ جائے۔ اس کو تداخل کہتے ہیں جیسے چار اور آٹھ کہ یہ دونوں چھوٹے بڑے عدد ہیں لیکن بڑا عدد یعنی آٹھ چھوٹے عدد یعنی چار پر برابر بٹ جاتا ہے اور اگر بڑا عدد چھوٹے عدد پر برابر نہ بٹ سکے تو یا تو کوئی تیسرا عدد

---

[1] جس سے چیزوں کی گنتی کی جائے اس کو عدد کہتے ہیں جیسے ۲' ۳' ۴' ۵ وغیرہ اور عدد کے ٹکڑوں کو کسر کہتے ہیں جیسے آدھا' تہائی' چوتھائی' آٹھواں کہ یہ پورے عدد نہیں بلکہ عدد کے ٹکڑے ہیں۔ ان کسروں میں سے جو کسر جس عدد میں جا کر ایک بن جائے اس عدد کو اس کسر کا مخرج کہتے ہیں۔ جیسے آٹھ کہ اس کا آٹھواں حصہ ایک ہے تو آٹھ وہ عدد ہے کہ جس سے آٹھواں حصہ ایک بن گیا۔ اگر اس سے چھوٹا عدد لیتے جیسے سات یا چھ تو اس کا آٹھواں حصہ ایک نہ تو بنتا تو کہا جائے گا کہ آٹھ کا عدد آٹھویں حصہ کا مخرج ہے۔ اسی طرح چار کہ چوتھائی حصہ چار میں ایک بن جاتا ہے۔ اس طرح کہ چار کا چوتھائی ایک ہے۔ اگر چار سے چھوٹا عدد لیں تو اس کا چوتھائی حصہ ایک نہ بنے گا۔ بلکہ ایک سے کم رہے گا۔ تو کہا جائے گا کہ چار اپنے چوتھائی حصہ یعنی ۱/۴ کا مخرج ہے۔ یوں سمجھ لو کہ آدھے کے سوا ہر کسر کا مخرج اس کا ہم نام عدد ہوگا۔ تہائی کا مخرج تین' چوتھائی کا مخرج چار' آٹھواں حصہ کا مخرج آٹھ' دسویں حصہ کا مخرج دس' اسی طرح اوروں کو اپنی عقل سے معلوم کرلو۔ (۱۲ منہ غفرلہٗ ولوالدیہ ولاستاذہ)

ان دونوں کو مٹا دے گا۔ یا نہیں یعنی یا تو کوئی تیسرا عدد ایسا نکلے گا جس پر چھوٹا بڑا دونوں عدد برابر بٹ جائیں گے۔ اس کو توافق کہتے ہیں جیسے چھ اور نو کہ یہ دونوں عدد آپس میں چھوٹے بڑے تو ہیں لیکن بڑا عدد چھوٹے پر برابر بٹتا نہیں۔ مگر ہاں یہ دونوں عدد تین پر برابر بٹ جاتے ہیں۔ اسی کو توافق کہتے ہیں۔ پھر وہ تیسرا عدد جس پر یہ دونوں عدد برابر بٹ جائیں جس کسر کا مخرج بنتا ہو اس توافق کو اسی کسر کی طرف نسبت دیں گے جیسے چار اور چھ کہ ان دونوں کو دو کا عدد مٹا دیتا ہے اور دو آدھے کا مخرج ہے۔ تو کہا جائے گا کہ چار اور چھ میں آدھے کا توافق ہے۔ اسی طرح چھ اور نو کہ اس کو تین مٹا دیتا ہے اور تین تہائی کا مخرج ہے تو کہا جائے گا کہ چھ اور نو میں تہائی کا توافق ہے۔ اور اگر یہ چھوٹے بڑے عدد ایسے ہوں کہ نہ تو ان میں سے بڑا چھوٹے پر برابر بٹتا ہو اور نہ ان دونوں کو تیسرا عدد مٹا سکتا ہو۔ تو اس کو تباین کہتے ہیں جیسے سات اور نو یا گیارہ اور پندرہ کہ یہ چھوٹے اور بڑے ہیں مگر نہ تو ان میں سے چھوٹا بڑے کو مٹاتا ہے اور نہ کوئی تیسرا عدد ان دونوں کو مٹا سکتا ہے۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ بڑے عدد کو چھوٹے عدد پر بانٹ دو اور جب بڑا بٹ کر چھوٹا رہ جائے تو پھر ان میں بڑے کو چھوٹے پر بانٹ دیا جائے۔ اس طرح بار بار کرو اگر آخر میں ایک بچا ہو تو سمجھو کہ ان دونوں میں تباین ہے اور اگر ایک سے زیادہ بچا تو سمجھو کہ ان دونوں میں توافق ہے۔ اب جو عدد بچ رہا وہ جس کسی کسر کا مخرج ہو اسی کسر کی طرف اس توافق کی نسبت دے دو جیسے چوبیس کو نو پر بانٹ دیا تو چوبیس میں سے نو دو بار نکل گئے۔ دو بار نو کے نکلنے سے چوبیس میں سے چھ بچے۔ اب یہ چھ چھوٹا عدد ہے اور نو بڑا عدد تو اب نو کو چھ پر بانٹ دیا تو نو میں چھ ایک دفعہ نکلنے سے تین باقی بچے تو کہا جائے گا کہ نو اور چوبیس میں تہائی کا توافق ہے۔ اس کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔ آگے اس کا بہت کام پڑے گا۔

تصحیح[1] یعنی حصے برابر کرنیکا طریقہ اور اس کا بیان

حصوں کو برابر برابر کر کے بانٹنے میں سات قاعدوں کے جاننے کی ضرورت پڑتی ہے۔ ان میں سے تین قاعدوں میں تو صرف ایک ہی گروہ کے وارثوں کے عدد اور ان کے حصوں کو دیکھنا پڑتا ہے۔ مثلاً دیکھو کہ بیٹے کتنے ہیں اور ان کو مال میں سے کتنے حصے ملے ہیں اور ان میں کیا نسبت ہے۔ اور چار قاعدوں میں ایک قسم کے وارثوں کے عدد کو دوسری قسم کے وارثوں کے ساتھ دیکھنا پڑتا ہے یعنی اس طرح کہ بیٹے تین ہیں اور بیٹیاں پانچ ہیں تو دیکھا جائے کہ تین کو پانچ سے کیسی نسبت ہے۔

پہلے تین قاعدے کہ جن میں وارثوں اور ان کے حصوں کو دیکھا جاتا ہے۔ ان میں سے پہلا قاعدہ تو یہ ہے کہ ہر وارث کے حصے برابر برابر وارثوں پر بٹ جائیں جب تو ضرب وغیرہ دینے کی ضرورت نہیں جیسے کہ

۶ .... زید

ماں	باپ	بیٹی	بیٹی
۱	۱	۲	۲

اس صورت میں مال کے چھ حصے کر کے ایک ایک تو ماں اور باپ کو دیا جائے گا اور کل مال کا دو تہائی یعنی چار دونوں بیٹیوں کو دیے جائیں۔ اس طرح کہ دو ایک بیٹی کو اور باقی دو دوسری بیٹی کو۔

---

[1] جب کہ وارثوں کے کسی گروہ کا حصہ اس گروہ پر برابر پورا نہ بٹ سکے تو ضرب وغیرہ دے کر ایسی صورت کی جاتی ہے جس سے وہ حصہ برابر بٹ جائیں۔ اس کو عربی میں تصحیح کہتے ہیں اس کے سات قاعدے ہیں۔ اگر ایک ہی گروہ کے وارثوں پر کسر پڑے یعنی وارثوں کے ایک ہی گروہ کا حصہ ان پر پورا پورا نہ بٹ سکے اور باقی دوسروں کے حصے برابر اور پورے بٹتے ہوں تو اس کیلئے پہلے تین قاعدے ہیں اور اگر ایک سے زیادہ گروہوں پر کسر ہو تو اس کے چار قاعدے ہیں۔ (۱۲ منہ)

دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ وارثوں کے صرف ایک گروہ پر ان کے حصے برابر نہ بٹ سکتے ہوں۔ تو اب ان وارثوں کے اور ان کے حصوں کے عدد کو دیکھا جائے۔ اگر ان میں توافق ہے تو وارث کے عدد کے وفق کو لے کر اس عدد میں ضرب دے دی جائے جس سے مسئلہ ہوا ہے۔ اور اگر اس مسئلہ میں عول ہے تو عول سے ضرب دے دی جائے یعنی اگر وارثوں کے عدد اور ان کے حصوں کے عدد میں توافق آدھے کا ہے تو وارثوں کے عدد کا آدھا لے کر مسئلہ کے عدد سے ضرب دے دی جائے۔ پھر جو عدد ضرب دینے سے بنے اس سے مسئلہ کر دیا جائے۔ جیسے:

۳/۶..................................زید

ماں	باپ	بنی	
۱/۵	۱/۵	۴/۲۰	۱۰ عدد

اس صورت حال میں مال کے کل چھ حصے کئے جائیں گے۔ اس میں سے ایک حصہ ماں کو اور ایک حصہ باپ کو چار حصے بیٹیوں کو لیکن بیٹیاں دس ہیں اور ان کے حصے چار تھے۔ چار حصے دس لڑکیوں پر برابر نہیں بٹتے تو اب چار اور دس میں نسبت دیکھی۔ معلوم ہوا کہ دو پر چار اور دس پورے پورے بٹ جاتے ہیں۔ اس لئے ان میں آدھے کا توافق ہے۔ پس دس کے آدھے یعنی پانچ کو چھ میں ضرب دی تو تیس ہوئے۔ ان میں سے پانچ پانچ ماں باپ کو دیئے گئے اور بیس دس لڑکیوں کو دیئے گئے۔ اب ان میں سے ہر لڑکی کو پورے دو دو آ گئے۔ اصل مسئلہ چھ سے ہو کر تیس سے تصحیح کیا گیا۔

تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ جن وارثوں کے گروہ پر حصہ برابر نہیں بٹتا اور ان وارثوں کے عددوں اور حصہ کے عددوں میں توافق نہیں ہے تو اس صورت میں ان وارثوں کے پورے عددوں کو اس عدد میں ضرب دیں گے۔ جس سے مسئلہ ہوا ہے۔ اگر مسئلہ تباین ہے تو عول سے ضرب دیں گے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ:

۳۰/۶.. زید

باپ	ماں	لڑکیاں	۵ عدد
۱/۵	۱/۵	۲۰/۴	

اس صورت میں مسئلہ چھ سے کر کے ایک ایک ماں باپ کو دیا گیا اور چار' پانچ لڑکیوں کو دیے گئے مگر چار حصے پانچ لڑکیوں پر پورے نہیں بٹ سکتے اور چار پانچ میں تباین ہے تو پورے پانچ کو چھ میں ضرب دی جس سے تیس حاصل ہوئے۔ اس سے مسئلہ اس طرح کر دیا گیا کہ پانچ پانچ ماں باپ کو اور بیس ۵ لڑکیوں کو۔ اب یہ بیس پانچ لڑکیوں پر پورے بٹ گئے کہ ہر لڑکی کو چار چار مل گئے۔ دوسرے چار قاعدے جن میں ایک گروہ کے وارثوں کے عدد کو دوسرے گروہ کے عدد کے ساتھ دیکھا جاتا ہے۔ ان میں سے پہلا قاعدہ یہ ہے۔

کہ وارثوں کے دو یا زیادہ گروہوں پر ان کا ملا ہوا حصہ برابر پورا نہیں بٹ سکتا۔ تو اگر ان کے عددوں[1] میں آپس میں برابری ہے مثلاً لڑکوں اور بیٹیوں پر ان کا حصہ پورا نہیں بٹتا اور لڑکے بھی چار ہیں اور بیٹیاں بھی چار۔ تو اس میں قاعدہ یہ ہے کہ وارثوں میں سے ایک کے عدد کو مسئلہ کے مخرج سے ضرب دی جائے جس سے مسئلہ بنا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص مرا۔ اس نے چھ لڑکیاں' تین دادیاں اور تین چچا چھوڑے۔ مسئلہ چھ سے ہو کر چھٹا حصہ یعنی ایک تین دادیوں کو اور چار چھ لڑکیوں کو اور ایک باقی تین چچاؤں کو ملے گا۔ مثال:

---

[1] ان چار قاعدوں میں بھی پہلے ہر گروہ کے وارثوں اور ان کے حصوں کے عددوں میں نسبت دیکھی جائے گی۔ اگر حصہ کے عدد اور گروہ کے وارثوں کے عددوں میں بھی توافق ہوگا تو وارثوں کے عددوں کے وفق کو رکھا جائے گا۔ اگر تباین ہے تو وارثوں کا عدد پورا رکھا جائے گا پھر ان رکھے ہوئے عددوں میں نسبت دیکھی جائے گی۔ جیسا کہ مثال سے ظاہر ہے۔ (۱۲ منہ)

۱۸/۶ .... زید

لڑکیاں ۶	دادی ۳	چچا ۳
۴/۱۲	۱/۳	۱/۳

یہاں وارثوں کے تین گروہ ہیں۔ ایک لڑکیوں کا' دوسرا دادیوں کا' تیسرا چچاؤں کا۔ ان تینوں گروہوں کو اتنا حصہ ملا کہ ان پر برابر نہیں بٹتا۔ چھ لڑکیوں کو چار ملے۔ تین دادیوں کو ایک اسی طرح تین چچاؤں کو بھی ایک ملا۔

اب چھ لڑکیوں کو جو چار ملے ہیں ان چھ اور چار میں آدھے کا توافق ہے۔ تو ہم نے لڑکیوں کے عدد کا آدھا یعنی تین لیا۔ چچا اور دادیوں کے عددوں اور ان کے حصوں میں تباین ہے تو ان کے پورے عدد یعنی تین تین لئے۔ اب گویا تین لڑکیاں' تین دادیاں اور تین چچا ہیں۔ ان سب میں آپس میں برابری ہے تو ایک تین کو اصل مسئلہ یعنی چھ میں ضرب دی جس سے اٹھارہ حاصل ہوئے۔ اس اٹھارہ میں سے ۱۲ تو چھ لڑکیوں کو اور تین دادیوں کو۔ تین تینوں چچاؤں کو دے دیئے گئے جو ان پر برابر بٹ گئے۔ لہٰذا مسئلہ چھ سے ہوا اور اٹھارہ سے تصحیح کیا گیا۔

دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ وارثوں کے چند گروہوں پر حصہ برابر نہیں بٹتا اور ان گروہوں کے عددوں میں آپس میں تداخل ہے یعنی اس کا چھوٹا عدد بڑے کو مٹا دیتا ہے تو اس میں یہ حکم ہے کہ بڑے عدد کو اس مخرج سے ضرب دیدی جائے جس سے مسئلہ بنا ہے جیسے:

۱۴۴/۱۲ .... زید

بیوی ۴	دادیاں ۳	چچا ۱۲
۳/۳۶	۲/۲۴	۷/۸۴

اس صورت میں چار بیویوں کو تین ملے اور چار اور تین میں تباین ہے۔ لہٰذا بیویوں کا پورا عدد یعنی چار لیا گیا۔ اسی طرح ۳ دادیوں کو دو اور بارہ چچاؤں کو سات

ملے اور تین اور دو میں اور بارہ اور سات میں تباین ہے۔ لہٰذا ان کا پورا عدد لیا گیا۔ یعنی تین تو دادیوں کا اور بارہ چچاؤں کا عدد۔ اب ہمارے پاس تین عدد ہیں۔ چار اور تین اور بارہ کے عدد میں تین اور چار دونوں داخل ہیں۔ یعنی تین اور چار دونوں پر بارہ تقسیم ہو جاتا ہے تو بڑے عدد یعنی بارہ کو اصل مسئلہ یعنی بارہ میں ضرب دی جس سے ۱۴۴ حاصل ہوئے۔ ان میں سے ۳۶ تو چار بیویوں کو دیئے گئے۔ ۲۴ تین دادیوں کو اور ۸۴ بارہ چچاؤں کو۔ اب یہ سب حصے سب وارثوں پر پورے پورے بٹ گئے۔

تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ وارثوں کے جن گروہوں پر ان کے حصے برابر نہیں بٹتے ان کے بعض کے عدد دوسروں کے عدد سے توافق رکھتے ہیں۔ اس صورت میں یہ قاعدہ ہے کہ بعض کے عدد کے وفق کو لے کر دوسرے ورثاء کے عدد میں ضرب دی جائے۔ ضرب دینے سے جو عدد حاصل ہو اس کو دوسرے ورثاء کے عدد سے نسبت دی جائے۔ اگر یہ حاصل ضرب دوسرے ورثاء کے عدد سے توافق رکھتا ہے تو اس مجموعہ کے وفق کو دوسرے ورثاء کے پورے عدد میں ضرب دی جائے۔ اگر ان دونوں میں تباین ہے تو پورے کو دوسرے ورثاء کے پورے عدد میں ضرب دی جائے۔ اسی طرح جتنے ورثاء کے حصے برابر نہ ہوں ان میں یہی معاملہ کیا جائے۔ جب تمام کام ختم ہو جائے تو مجموعہ کو مسئلہ کے مخرج میں ضرب دی جائے۔ اس کی مثال یہ ہے:

۲۴/۴۳۲۰ .... زید

بیوی ۴	لڑکیاں ۱۸	دادیاں ۱۵	چچا ۶
۳/۵۴۰	۱۶/۲۸۸۰	۴/۷۲۰	۱/۱۸۰

اس صورت میں میت کے مال کے پہلے چوبیس حصے کئے گئے۔ ان میں سے آٹھواں حصہ یعنی تین چاروں بیویوں کو دیا گیا۔ بیویاں چار ہیں اور ان کے حصے تین۔ چار اور تین میں تباین ہے تو ہم نے اس چار کو محفوظ رکھا اور سولہ لڑکیوں کو ملے اور لڑکیاں ۱۸ ہیں۔ ان کے حصہ سولہ اور سولہ اور اٹھارہ میں تداخل نہیں تو دیکھا کہ سولہ

اور اٹھارہ میں کیا نسبت ہے۔ معلوم ہوا کہ ان دونوں عددوں کو دو مٹا سکتا ہے تو سولہ اور اٹھارہ میں آدھے کا توافق ہے۔ لہٰذا لڑکیوں کا آدھا عدد یعنی نو لئے' دادیاں پندرہ ہیں۔ ان کے حصے چار' اور پندرہ اور چار میں تباین ہے۔ اسی طرح چچا چھ ہیں۔ ان کا حصہ ایک' اور چھ اور ایک میں تباین ہے تو دادیوں اور چچاؤں کے عدد پورے باقی رکھے گئے۔ اب ہمارے پاس اتنے عدد حاصل ہو گئے۔ ۶'۴'۱۵'۹۔ اب ان عددوں کو آپس میں دیکھا کہ ان میں کیا نسبت ہے۔ معلوم ہوا کہ چھ اور چار میں آدھے کا توافق ہے۔ تو چار کے آدھے یعنی دو کو چھ میں ضرب دیا جس سے ۱۲ حاصل ہوئے۔ اب بارہ اور نو میں تہائی کا توافق ہے کیونکہ ان دونوں کو ۳ مٹا دیتا ہے۔ پس بارہ کے تہائی یعنی چار کو نو میں ضرب دیا جس سے ۳۶ حاصل ہوئے اور ۱۵'۳۶ میں دیکھا گیا تو وہی تہائی کا توافق تھا کہ ۳ پر ۳۶' ۱۵ دونوں برابر بٹ جاتے ہیں تو ۱۵ کا تہائی ۵ لے کر ۳۶ میں ضرب دیا گیا تو ۱۸۰ حاصل ہوئے۔ اب ۱۸۰ کو ۲۴ میں ضرب دیا گیا تو ۴۳۲۰ حاصل ہوئے جس سے مسئلہ صحیح کیا گیا۔ اس کو ان وارثوں پر اس طرح بانٹا گیا[1] کہ چار بیویوں کو ۵۴۰ دیئے گئے اور ۱۸ لڑکیوں کو ۲۸۸۰ دیئے گئے اور ۱۵ دادیوں کو ۷۲۰ دیئے گئے اور ۱۸۰ چھ چچاؤں کو دیئے گئے۔ مسئلہ صحیح ہو گیا۔

چوتھا قاعدہ[2] یہ ہے کہ جب وارثوں کی ایک سے زیادہ جماعتوں پر ان کے حصے

---

[1] تجربہ سے ثابت ہوا کہ چار فریق سے زیادہ پر کسر نہیں پڑتی۔ (۱۲ منہ) ے

[2] صحیح کئے ہوئے مسئلہ سے وارثوں کو بانٹنے کا قاعدہ یہ ہے کہ جس عدد کو اصل مسئلہ میں ضرب دی گئی تھی اسی عدد میں اس وارث کے اس حصہ کو ضرب دے دی جائے جو اصل مسئلہ سے ملا ہے۔ جیسے یہاں ۱۸۰ کو ۲۴ میں ضرب دیا گیا ہے تو اب صحیح کئے ہوئے مسئلہ یعنی ۴۳۲۰ سے ہر وارث کو اس طرح دیں گے کہ جس کو ۲۴ میں سے جس قدر حصے ملے ہوں گے ان حصوں کو ۱۸۰ میں ضرب دیں گے جو حاصل ہوگا۔ وہ اس وارث کو دیا جائے گا یہاں ۲۴ میں سے چار بیویوں کو تین ملے تھے۔ ان تینوں کو ۱۸۰ میں ضرب دی۔ ۵۴۰ حاصل ہوئے۔ وہ بیویوں کا حصہ ہوا اور لڑکیوں کو ۲۴ میں سے ۱۶ ملے تھے۔ ۱۶ کو ۱۸۰ میں ضرب دیا تو کل ۲۸۸۰ ہوئے۔ یہ لڑکیوں کو دیئے گئے۔ اسی طرح عقل سے معلوم کر لو۔ ان شاء اللہ اس کا بیان آگے بھی آئے گا۔ (۱۲ منہ)

پورے نہ بٹتے ہوں اور وہ وارثوں کے عدد آپس میں تباین کی نسبت رکھتے ہوں تو ایک گروہ کے عدد کو دوسرے گروہ کے پورے عدد میں ضرب دیں گے اور اس سے جو عدد حاصل ہوگا وہ بھی اگر تیسرے گروہ کے وارثوں کے عدد سے تباین رکھتا ہو تو اس کو بھی تیسرے گروہ کے پورے عدد میں ضرب دیں گے۔ پھر جو عدد ان سب ضربوں سے حاصل ہوگا اس کو مسئلہ کے عدد میں ضرب دیں گے۔ اس کی مثال یہ ہے:

۲۴/۵۰۴۰.................................زید

بیوی۲	دادیاں۶	لڑکیاں۱۰	چچا۷
۳/۶۳۰	۴/۸۴۰	۱۶/۳۳۶۰	۱/۲۱

اس صورت میں میت کے مال کے چوبیس حصے کیے گئے۔ دو بیویوں کو تین اور چھ دادیوں کو ۴ اور دس لڑکیوں کو ۱۶ اور سات چچاؤں کو ایک دیا گیا۔ ان گروہوں میں سے کسی کا حصہ اس پر پورا تقسیم نہیں ہوتا۔ بیویوں کے عدد اور ان کے حصوں میں تباین ہے اور دادیوں کے عدد اور ان کے حصوں میں آدھے کا توافق ہے تو اس کا آدھا یعنی تین لیا گیا۔ اسی طرح لڑکیوں کے عدد اور ان کے حصوں میں آدھے کا توافق ہے تو لڑکیوں کے عدد کا آدھا لیا گیا یعنی ۵ اور چچاؤں کے عدد اور ان کے حصوں میں تباین ہے۔ اس کو پورا رکھا گیا۔ اب ہمارے پاس اتنے عدد ہوئے ۲، ۳، ۵، ۷۔ ان سب میں آپس میں تباین ہے تو دو کو تین میں ضرب دی۔ چھ حاصل ہوئے اور چھ اور پانچ میں تباین ہے تو چھ اور پانچ میں ضرب سے ۳۰ حاصل ہوئے۔ اسی طرح ۳۰، ۷ میں تباین ہے تو ۳۰ کو ۷ میں ضرب دینے سے کل ۲۱۰ حاصل ہوئے۔ اس ۲۱۰ کو اصل مسئلہ کے مخرج یعنی ۲۴ میں ضرب دی تو کل ۵۰۴۰ حاصل ہوئے۔ اس سے مسئلہ صحیح کیا گیا اور پھر وارثوں پر اس طرح بانٹ دیا کہ دونوں بیویوں کو ۶۳۰، چھ دادیوں کو ۸۴۰ دس لڑکیوں کو ۳۳۶۰ اور سات چچاؤں کو ۲۱۰۔

تصحیح کیئے ہوئے مسئلہ سے ہر گروہ اور اسکے ہر وارث کو علیحدہ علیحدہ حصہ دینے کا طریقہ اور اس کا بیان

مسئلہ کو بیان کئے ہوئے طریقوں سے صحیح کرنے کے بعد جب کہ وارثوں کے ہر گروہ کو اس سے حصہ دینا چاہیں تو جس عدد کو اصل مخرج میں ضرب دی گئی تھی۔ اس عدد میں ہر گروہ کے اس حصہ کو ضرب دی جائے۔ جو اس کو اصل مسئلہ سے ملا ہے پھر جو حاصل ہو وہ ہی اس گروہ کا حصہ ہے۔ جیسے مسئلہ ۲۴ سے ہوا اور ۲۱ کو ۲۴ میں ضرب دے کر مسئلہ کو صحیح کیا گیا تو جس گروہ کو ۲۴ میں سے ۱۶ ملے تھے۔ اس کے حصے ۱۶ کو ۲۱۰ میں ضرب دی جائے۔ اس سے جو ۳۳۶۰ حاصل ہوئے وہ اس گروہ کا حصہ ہے۔ اب اگر اس حصہ کو اس گروہ کے وارثوں پر الگ الگ بانٹنا چاہو تو اس ۳۳۶۰ کو گروہ کے وارثوں پر بانٹ دیں جو حاصل ہو وہ اس کا حصہ ہے۔ اسی طرح اوروں کو معلوم کرنا چاہئے۔

میت کا مال اس کے وارثوں اور قرض خواہوں پر بانٹنے کا بیان

جس عدد سے مسئلہ کو صحیح کیا گیا ہے۔ اس میں اور میت کے چھوڑے ہوئے[1] مال میں اگر برابری ہے تو ضرب وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ جیسے مسئلہ ۲۴ سے بنایا گیا اور مرحوم نے ۲۴ روپیہ چھوڑے۔ چوبیس روپیہ پورے بٹ گئے۔ لیکن اگر میت کے چھوڑے ہوئے مال اور مسئلہ کے عدد میں برابری نہیں تو اگر دونوں میں تباین ہے۔ تو

---

[1] چھوڑے ہوئے سے وہ مال مراد ہے جو روپیہ یا اشرفی کی قسم سے ہو یا مال منقول یا غیر منقول کہ جس کی قیمت روپیہ یا اشرفی سے لگائی جاتی ہو۔ (۱۲ منہ)

اصل مسئلہ سے ہر گروہ کو جتنا حصہ پہنچا ہے اس کو چھوڑے ہوئے مال میں ضرب دیا جائے۔ پھر جو ضرب سے حاصل ہوا ہو اس کو صحیح کیے ہوئے اصل مسئلہ کے عدد پر بانٹ دیا جائے۔ جو حاصل ہو وہ اس گروہ کا حصہ ہے۔ جیسے کہ:

۶............................زید ۷

ماں	باپ	بیٹی ۲
۱	۱	۴

اس صورت میں مسئلہ چھ سے بنا۔ ایک ایک ماں باپ کو دیا گیا اور دو لڑکیوں کو چار مگر میت نے سات روپیہ چھوڑے ہیں۔ تو ماں باپ اور لڑکیوں کو جتنے حصے چھ میں سے ملے ہوں۔ ان کو سات میں الگ الگ ضرب دے کر چھ پر بانٹ دیا جائے۔ جیسے لڑکیوں کو چار ملے ہیں تو چار کو سات میں ضرب دی جائے۔ ۲۸ حاصل ہوئے۔ ان ۲۸ کو ۶ پر بانٹ دیا جائے تو چار پورے اور دو تہائی ۲/۳ حصے ہوئے۔ یعنی چار روپیہ پورے اور باقی چار روپیہ کے چھ حصے کرو۔ ان میں سے ایک یعنی دس آنہ آٹھ پائی لڑکیوں کا حصہ ہوا۔ اسی طرح اوروں کے حصے معلوم کرلو۔ اور اگر مسئلہ کے عدد اور چھوڑے ہوئے مال میں توافق ہو تو ہر گروہ کے حصہ کے وفق کو چھوڑے ہوئے مال کے وفق میں ضرب دو۔ جو عدد ضرب سے حاصل ہو اس کو مسئلہ کے مخرج کے وفق پر تقسیم کرو۔ جیسے:

۶............................زید ۸

ماں	باپ	لڑکی ۲
۱	۱	۴

اس صورت میں مسئلہ چھ سے بنا اور مرنے والے نے آٹھ روپے چھوڑے۔

---

[۱] اور اگر عول ہو تو اس کے عدد پر بانٹا جائے۔ اسی طرح اور جگہ بھی اگر عدد عول ہو تو اس پر تقسیم کیا جائے گا۔ (۱۲ منہ)

آٹھ اور چھ میں آدھے کا توافق ہے یعنی دو چھ اور آٹھ دونوں کو مٹا سکتا ہے تو وارثوں میں سے ہر ایک گروہ کے حصے کو ۸ کے آدھے چار میں ضرب دی جو حاصل ہوا اس کو چھ کے آدھے یعنی تین پر بانٹ دیا۔ جو نکلا وہ ہر گروہ کا حصہ ہے۔ یہاں لڑکیوں کے حصے یعنی چار کو آٹھ کے آدھے یعنی چار میں ضرب دی۔ سولہ حاصل ہوئے۔ اس سولہ کو ۶ کے آدھے یعنی تین پر بانٹ دیا تو ۵ اور ۱/۳ ملے یعنی ۵ پورے اور باقی ایک کا تہائی ۱/۳ لڑکیوں کو ملا۔ اب جو حصہ اس طریقہ سے ہر گروہ کو ملا۔ اگر اس حصہ میں سے ہر شخص کا الگ الگ حصہ معلوم کرنا چاہیں تو اس کا قاعدہ یہ ہے:

کہ جو حصہ وارث کو اصل مسئلہ سے ملا ہے اس کو یا تو پورے چھوڑے ہوئے مال میں ضرب دیں۔ اگر مال اور اصلہ مسئلہ کے مخرج میں تباین ہے یا چھوڑے ہوئے مال کے وفق میں ضرب دیں۔ اگر چھوڑے ہوئے مال اور مسئلہ کے مخرج میں توافق ہے پھر جو حاصل ہوا اس کو پورے مسئلہ کے عدد پر دوسری صورت میں یعنی جب کہ مال واصل مسئلہ کے عددوں میں توافق ہو تقسیم کریں۔ جو حاصل ہو وہ اس وارث کا حصہ ہے۔ جیسے کل لڑکیوں کو ۵ اور ۱/۳ ملا ہے۔ اب ہر ایک لڑکی کا الگ الگ حصہ معلوم کرنا ہے۔ تو اصل مسئلہ یعنی چھ میں سے جو دو دو ہر ایک لڑکی کو ملے تھے۔ اس دو سے متروکہ مال کے وفق چار کو ضرب دیا۔ ۸ حاصل ہوئے۔ اس کو اصل مسئلہ ۶ کے وفق یعنی ۳ پر تقسیم کیا تو ۲ اور ۲/۳ نکلا۔ وہ ہر ایک لڑکی کا الگ حصہ ہے۔ اسی طرح سب کو معلوم کرلو۔ یہ تو وارثوں کے حصہ کا بیان ہوا۔ اب اگر میت پر چند لوگوں کا قرض تھا تو ہر شخص کے قرض کو وارث کے حصہ کی طرح مان کر وہی کام کرو جو میت کے وارثوں کے حصے کے ساتھ کیا گیا تھا۔ جیسے ایک آدمی مرا۔ اس پر زید کے دو روپیہ محمد کے ۴ روپیہ اور احمد کے ۳ روپیہ قرض تھے۔ تو کل قرض ۹ روپیہ ہوا اور اس کے کفن کے بعد کل آٹھ روپیہ بچے تو ان قرض خواہوں کے قرضوں کو حصہ کی طرح بنا دو۔ اس طرح:

۹..........................عبدالرحمٰن ۸

زید	محمد	احمد
۲	۴	۳

اس صورت میں ہر شخص کے قرض کو اس کے نیچے رکھا اور ان تمام قرضوں کو ملا کر جو عدد بنا اس کو اصل مسئلہ بنا دیا۔ اب اس عدد سے اور چھوڑے ہوئے مال سے نسبت دے کر اسی قاعدے سے بانٹو جو اوپر گزرا۔

کسی وارث کے حصہ سے نکل جانے کا بیان

وارثوں میں سے اگر کوئی وارث اپنا حصہ میت کے مال سے نہ لے بلکہ معاف کر دے تو مسئلہ کے عدد سے اس کا حصہ نکال کر جو بچے اسی کو دوسرے وارثوں پر بانٹ دو۔ پھر جو حاصل ہو وہ ہر وارث کا حصہ ہے۔ اس کی مثال یہ ہے:

۶..........................فاطمہ

خاوند	ماں	چچا
۳	۲	۱

اس صورت میں چھ سے مسئلہ بنایا گیا جس میں سے تین خاوند کا حق ہے اور دو ماں کا اور ایک چچا کا۔ خاوند نے اپنا حصہ معاف کر دیا تو اس تین کو چھ سے نکال دیا۔ تین باقی بچے۔ اسی تین سے مسئلہ بنایا۔ اب دیکھا کہ چھ میں سے ماں کو دو ملے تھے اور چچا کو ایک تو ان تین میں سے دو ماں کو دیے گئے اور ایک چچا کو۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر خاوند اپنا حصہ لیتا تو مال کے چھ حصے ہوتے اور اس میں سے ماں کو دو اور چچا کو ایک ملتا۔ اب جب خاوند نے اپنا حصہ معاف کر دیا تو میت کے کل مال کے تین حصے کر دیے اور تین میں سے ماں کو دو اور چچا کو ایک دے دیا۔

یا اس طرح سمجھو:

۳۲/۸ .... زید

بیوی	بیٹے ۴
۱/۴	۲۸/۷

اس صورت میں ۸ سے مسئلہ بنا اور ۳۲ سے صحیح کیا گیا کیونکہ ۸ میں سے ایک بیوی کو دیا گیا۔ تو باقی ۷ چار لڑکوں کے حصے میں آئے اور ۴ اور ۷ میں تباین ہے۔ تو ۴ کو مسئلہ کے مخرج ۸ میں ضرب دی۔ ۳۲ حاصل ہوئے۔ اس ۳۲ میں سے ۴ بیوی کو دے دیئے اور سات سات ۴ بیٹوں کو۔ اب ان میں سے اگر کوئی بیٹا اپنا حصہ معاف کر دے تو ۳۲ میں ۷ نکال دو۔ باقی ۲۵ رہے۔ اس ۲۵ میں سے ۴ بیوی کو سات سات ۳ بیٹوں کو دے دو۔

میت کا مال وارثوں پر دوبارہ بانٹنے کا بیان

جب کہ میت کے ذی فرض وارثوں سے باقی مال بچ رہے اور اس بچے ہوئے مال کا لینے والا کوئی وارثوں میں سے نہ ہو تو اس بچے ہوئے مال کو ان ہی ذی فرض وارثوں پر دوبارہ بانٹ دیں گے۔ جن کو پہلے دے چکے تھے اور جتنا جتنا پہلے ان ذی فرض وارثوں کو دیا گیا تھا اتنا ہی دوبارہ دیا جائے گا۔ جیسے پہلے لڑکیوں کو اگر دو تہائی دیا گیا تھا تو اب بھی اتنا ہی دو۔ سوائے خاوند اور بیوی کے کہ ان کو بچا ہوا مال دوسری مرتبہ نہیں [1] ملتا۔ اب اس مال کو دوبارہ بانٹنے کے چار قاعدے ہیں۔ پہلا قاعدہ تو یہ

---

[1] اگر آج کل بیت المال نہیں ہے اور اگر کسی جگہ ہے بھی تو وہاں کا بادشاہ یا دوسرے لوگ اس کا ٹھیک انتظام نہیں کرتے۔ اس کے مال کو مناسب جگہ خرچ نہیں کرتے اس لئے اگر بیوی یا خاوند کے سوا کوئی اور شخص اس بچے ہوئے مال کا حق دار نہ ہو یعنی نہ تو کوئی عصبہ ہو نہ کوئی ذی فرض نہ ذی رحم نہ مولا موالات وغیرہ۔ غرض کہ کوئی بھی اس کا حق نہ رکھتا ہو تو یہ بچا ہوا مال پھر دوبارہ خاوند یا بیوی ہی کو دے دیں گے۔ بیت المال میں نہ جانے دیں گے بلکہ اگر میت کے خاوند یا بیوی بھی نہ ہوں تو دودھ شریکے بہن بھائی کو دے دیں گے۔ ہر طرح کوشش کریں گے کہ بیت المال میں میت کا مال نہ جائے۔ (۱۲ منہ رد المحتار) (باقی اگلے صفحہ پر)

ہے کہ میت کے ایک ہی طرح کے وارث ہوں اور اس کے ساتھ خاوند یا بیوی نہ ہو۔ اس صورت میں وارثوں کے عدد سے مسئلہ بنا دیا جائے جیسے کوئی شخص مرا۔ اس نے فقط دو لڑکیاں چھوڑیں۔ اس صورت میں بیوی موجود نہیں اور وارث ایک ہی طرح کے ہیں۔ یعنی فقط لڑکیاں ہیں۔ تو اب مال کو دو حصہ کر کے ایک حصہ ایک لڑکی کو اور دوسرا حصہ دوسری لڑکی کو دے دیا جائے۔

دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ میت نے کئی طرح کے وارث چھوڑے اور بیوی یا خاوند نہ چھوڑے۔ تو اس صورت میں جتنے حصے ان سب وارثوں کے ہوتے ہیں ان حصوں کے مجموعہ کے عدد سے مسئلہ بنایا جائے جیسے ایک آدمی مرا۔ اس نے ایک ماں اور دو لڑکیاں چھوڑیں۔ اس صورت میں وارث دو طرح کے ہیں:

ایک ماں	دو لڑکیاں

ماں کا حق چھٹا حصہ ہے اور لڑکیوں کا حق دو تہائی۔ تو مسئلہ چھ سے بنایا۔ اس میں سے ایک ماں کو اور چار دو لڑکیوں کو دے دیئے۔ ایک باقی بچا۔ اس کا لینے والا کوئی نہیں تو ان وارثوں کے حصوں کو ملا کر دیکھا وہ کل پانچ تھے۔ لہٰذا پانچ سے مسئلہ بنا دیا گیا۔ اس پانچ میں سے ایک ماں کو اور چار دونوں لڑکیوں کو دے دیئے گئے۔

تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ وارث تو ایک ہی قسم کے ہوں مگر ان کے ساتھ بیوی یا خاوند بھی ہو جن پر مال دوبارہ نہیں بٹتا۔ اس کا قاعدہ یہ ہے کہ بیوی یا خاوند کے حصہ کا

(بقیہ گزشتہ صفحہ سے) بیت المال سے مراد ہے کہ مسلمانوں کا مال ایک جگہ اس لئے رکھ دیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے کاموں میں اسے خرچ کیا جائے۔ رہی بات یہ کہ بیت المال کتنی قسم کا ہے اور اس کا مال کہاں کہاں خرچ کیا جائے۔ اس کی بحث بڑی لمبی ہے یہاں اس کے بیان کا موقع نہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں ظلم بڑھا ہوا ہے۔ لوگوں میں امانت نہیں رہی' بیت المال کے مال کو منتظمین اپنے گھر خرچ کریں گے اس لئے یہ انتظام کیا گیا کہ مسلمانوں کے مال کو وہاں نہ پہنچایا جائے۔ (۱۲ منہ)

جومخرج ہو اس سے مسئلہ بنا دیا جائے۔ اس سے بیوی یا خاوند کا حق دے دیا جائے۔ پھر جو باقی بچے اگر دوسرے وارث پر برابر بٹ جاتا ہے تو اچھا۔ جیسے:

۴..............................فاطمہ

خاوند	لڑکیاں ۳
۱	۳

اس صورت میں خاوند کا حق چوتھائی حصہ تھا تو چوتھائی کے مخرج چار سے مسئلہ بنایا گیا۔ باقی جو تین بچے وہ تین لڑکیوں پر پورے پورے بٹ گئے۔

مسئلہ پورا ہو گیا اور اگر باقی بچا ہوا مال دوسرے وارث پر برابر نہیں بٹتا۔ تو دیکھو کہ وارثوں کے عدد اور باقی بچے ہوئے عدد میں کیا نسبت ہے۔ اگر تباین ہو جب تو پورے وارثوں کے عدد کو پورے مخرج میں ضرب دے دی جائے اور اگر توافق ہو تو وارثوں کے عدد کے وفق کو مخرج میں ضرب دے دی جائے۔ تباین کی مثال یہ ہے:

۴/۲۰..............................فاطمہ

خاوند	لڑکیاں ۵
۱/۵	۳/۱۵

اس صورت میں چار سے مسئلہ ہوا۔ ایک خاوند کو ملا۔ باقی تین ۵ لڑکیوں کے لئے بچے اور تین و پانچ میں تباین ہے۔ لہٰذا پورے پانچ کو چار میں ضرب دی تو بیس حاصل ہوئے۔ اب بیس میں سے پانچ خاوند کو اور باقی پندرہ پانچ لڑکیوں کو دیا۔

چوتھا قاعدہ یہ ہے کہ میت کے کئی طرح کے وارث ہوں اور ان کے ساتھ بیوی یا خاوند بھی ہو۔ اس صورت میں یہ کیا جائے گا کہ پہلے تو بیوی یا خاوند کے حق کے مخرج سے مسئلہ بنا کر اس بیوی یا خاوند کا حق اسے دے دیا جائے گا۔ اب جو باقی بچیں وہ اگر دوسرے وارثوں پر پورے پورے بٹ جاتے ہوں۔ جب تو خیر جیسے کہ:

۴

بیوی	دادیاں۴	ماں شریکی بہن۲
۱	۱	۲

اس صورت میں دادیوں کا حق چھٹا یعنی چھ میں سے ایک ہے اور ماں شریکی بہنوں کا حق تہائی یعنی چھ میں سے دو ہیں تو دادی اور بہنوں کے کل حصہ تین ہوئے۔ جب کہ چار سے مسئلہ بنا کر اس میں سے ایک تو بیوی کو دے دیا گیا۔ تو تین ہی باقی بچے جو دادی اور بہنوں کے حصوں کے برابر ہیں اور اگر باقی بچے ہوئے عدد دوسرے وارثوں کے حصہ کے برابر نہ ہوتے ہوں تو اس کا قاعدہ یہ ہے:

بیوی یا خاوند کے حق کے مخرج سے مسئلہ کیا جائے اور دوسرے وارثوں کے حصوں کو ملا کر مخرج میں ضرب دی جائے جو عدد ضرب سے حاصل ہو اس سے مسئلہ بنایا جائے۔ اب جو بیوی یا خاوند کو حصہ ملا تھا اس کو باقی وارثوں کے حصوں کے مجموعہ میں ضرب دی جائے۔ دوسرے وارثوں کے حصوں کے مجموعہ کو اس عدد میں ضرب دی جائے جو بیوی یا خاوند کو اس کا حصہ دینے کے بعد مخرج سے بچا۔ جیسے:

۸/۴۰	۵	زید
بیوی۴	لڑکیاں۹	دادیاں ۶
۱/۵	۴/۲۸	۱/۷

اس صورت میں بیوی کا حق آٹھواں حصہ ہے یعنی آٹھ میں سے ایک اور لڑکیوں کا حصہ دو تہائی یعنی چھ میں سے چار اور دادیوں کا حق چھٹا حصہ یعنی چھ میں سے ایک ہے۔ لڑکیوں اور دادیوں کا حصہ ملایا گیا تو کل پانچ ہوئے۔ ان پانچوں کو خیال میں رکھیے۔ آٹھ سے مسئلہ بنا۔ اس میں سے ایک تو بیوی کو دیا جائے باقی ۷ بچے۔ اب پانچ کو (جو لڑکیوں اور دادیوں کے حصوں کا مجموعہ ہے) ۸ میں ضرب دی تو ۴۰ حاصل ہوئے۔ اس سے مسئلہ بنایا گیا۔ بیوی کو جو ایک ملا تھا' اس کو ۵ میں ضرب

دے کر بیوی کو دے دیا گیا۔ دادیوں کو جو چھ میں سے ایک ملا تھا۔ اس ایک کو ۷ میں ضرب دی تو ۷ حاصل ہوئے۔ وہ ۷ دادیوں کو دے دیئے اور لڑکیوں کو چھ میں سے چار ملے تھے۔ ان چار کو ۷ سے ضرب دی تو ۲۸ حاصل ہوئے۔ وہ لڑکیوں کو دے دیئے گئے۔

مناسخہ کا بیان

مناسخہ کے معنی یہ ہیں کہ مال کے بعض حصے تقسیم سے پہلے میراث بن جائیں۔ مطلب یہ ہے کہ ایک میت کا مال اس کے وارثوں میں ابھی تقسیم نہ ہوا تھا کہ بعض وارث مر گئے۔ لہٰذا اب اس میت کا مال اس مردہ کے وارثوں کو ملے گا۔ یہ مناسخہ ہے۔ اس کی مثال ایسی سمجھو کہ:

شکل نمبر ۱

فاطمہ

خاوند	بیٹی	ماں

شکل نمبر ۲

خاوند

بیوی	ماں	باپ

شکل نمبر ۳

بیٹی

بیٹے ۲	بیٹی ۱	دادی

شکل نمبر ۴

دادی

خاوند	بھائی

فاطمہ فوت ہوگئی۔ ابھی اس کا مال اس کے وارثوں میں تقسیم نہ ہونے پایا تھا کہ اس کے خاوند کا انتقال ہوگیا۔ اس خاوند نے شکل ۲ کے وارث چھوڑے جیسا کہ اس شکل سے ظاہر ہے پھر فاطمہ کی بیٹی کا بھی انتقال ہوگیا۔ اس نے شکل نمبر۳ والے وارث چھوڑے پھر اس کی دادی کا انتقال ہوگیا۔ اس نے شکل نمبر۴ کے وارث چھوڑے۔ مناسخہ کا قاعدہ یہ ہے:

اوّل پہلے مسئلہ کو جس کی میت فاطمہ ہے۔ صحیح کرلو اور اس سے اس کے جتنے وارث[1] تھے ان کا حصہ دے دو۔ پھر دوسرے مسئلہ کو جس میں میت خاوند ہے۔ صحیح کرلو اور صحیح کیے ہوئے عدد سے خاوند کے جتنے وارث تھے ان کو دے دو۔ اب دیکھو کہ جو حصہ خاوند کو پہلی میت یعنی فاطمہ کے مال سے ملا ہے۔ اس کے عدد اور اس خاوند کے مسئلہ کے عدد میں کیا نسبت ہے۔ اگر خاوند کا حصہ جو اسے فاطمہ کے مال سے ملا ہے اس کے وارثوں پر برابر بٹ جائے تو بہت اچھا۔ اگر برابر نہ بٹے تو دیکھو۔ اگر اس کی تصحیح اور اس کے پہلے ورثاء کے عدد میں توافق ہے تو دوسرے مسئلہ کے وفق کو پہلے مسئلہ کے صحیح کیے ہوئے عدد میں ضرب دے دو۔ اور اگر دوسرے مسئلہ کی تصحیح اور اس کی میت کا جو مال ہے اس میں تباین ہے تو دوسرے مسئلہ کے پورے صحیح کیے ہوئے عدد کو پہلے مسئلہ کے پورے صحیح کیے ہوئے عدد میں ضرب دے دو۔ اب جو عدد اس ضرب سے حاصل ہوا یہ پہلے اور دوسرے دونوں مسئلوں کا مخرج ہوا۔ اب پہلے مسئلہ کے وارثوں کو جو حصہ پہلے مل چکا تھا۔ اس حصہ کو اس عدد میں ضرب دو جس کو پہلے مسئلہ کی تصحیح میں ضرب دیا گیا ہے اور دوسرے مسئلہ کے وارثوں کو جو دوسرے مسئلہ سے ملا ہے اس عدد میں ضرب دو جو میت کے پاس ہے۔ اور اگر اس میت کے پاس کے عدد اور اس مسئلہ کے صحیح کیے ہوئے عدد میں تباین ہے۔ اگر توفق ہے تو اس میت کے

---

[1] پہلے مسئلہ کو صحیح کرتے وقت وہ تمام لوگ وارث شمار کرلئے جائیں گے۔ جو فاطمہ کے مرتے وقت موجود تھے۔ اگرچہ اب تو ان میں سے بعض وارث مرچکے ہیں۔ (۱۲ منہ)

وارثوں کے حصوں کو اس میت کے پاس کے عدد کے وفق میں ضرب دے دو۔ اب تیسرا اور چوتھا مسئلہ جو باقی رہا۔ اس کے اندر بھی یہی کام کرو جو دوسرے مسئلہ میں کیا یعنی دوسرے مسئلہ کی تصحیح کو پہلے مسئلہ کی تصحیح میں ضرب دینے سے جو حاصل ہوا۔ اس پورے مجموعہ میں تیسرے مسئلہ کے صحیح کیے ہوئے عدد کو ضرب دے دی جائے۔ اسی طرح آئندہ کام کیا جائے۔ اس کی مثال یہ ہے: نمبرا

نمبرا		فاطمہ
خاوند	بیٹی	ماں
۱/۴	۹	۳/۶

مسئلہ نمبرا میں رد ہوگا یعنی وارثوں پر دوبارہ مال بانٹنا پڑے گا کیونکہ مسئلہ ۱۲ سے ہو کر خاوند کو تین اور بیٹی کو چھ اور ماں کو دو ملتے ہیں۔ کل گیارہ ہوئے۔ ایک بچا۔ اب اس کو رد کرنا پڑا۔ اس طرح کہ اوّل مسئلہ چار سے بنا کر خاوند کو ایک دے دیا اور بیٹی اور ماں کے حصے تھے چار۔ یہاں کل تین باقی بچے تو چار کو چار میں ضرب دی۔ ۱۶ حاصل ہوئے۔ اس سولہ میں چار خاوند کو اور نو بیٹی کو اور تین ماں کو دیئے۔

نمبرا کے مسئلہ کا کام ختم ہوا۔

نمبر۲:

۴	مساوات	خاوند۴
بیوی	ماں	باپ
۱/۲/۸	۱/۲/۸	۲/۴/۱۶

اب نمبر۲ کا مسئلہ دیکھا۔ تو چار سے صحیح ہوتا ہے اور خاوند کو پہلے مسئلہ سے چار ہی ملے ہیں۔ تو چار پر برابر بٹ گئے۔ اس میں ایک بیوی کو اور ایک ماں کو اور دو باپ کو دے دیا گیا۔ اس کا بھی کام پورا ہوا۔

اب دیکھا مسئلہ نمبر۳

وقف

وقف ۲	توافق بالثلث	بیٹی ۹
۶		
دادی	بیٹے ۲	بنت
۱/۳	۴/۱۲/۴۸	۱/۳/۱۲

اس میں مسئلہ چھ سے بنتا ہے اور بیٹی کے پاس پہلے مسئلہ سے ملے ہوئے نو ہیں اور ۹ اور ۶ میں تہائی کا توافق ہے کیونکہ ۹ اور ۶ دونوں کو تین فنا کر دیتا ہے تو چھ کا تہائی دو لے کر اس کو پہلے مسئلہ کے عدد یعنی ۱۶ میں ضرب دیا ۳۲ حاصل ہوئے۔ اس ۳۲ میں سے پہلے مسئلہ میں ماں کے حصے کو دو سے ضرب دیا تو چھ حاصل ہوئے۔ اسی نمبر ۲ کے مسئلہ میں بیوی اور ماں باپ کے حصوں کو دو میں ضرب دو تو بیوی کو ۱۲ اور ماں کو ۲ اور باپ کو چار ملے۔

اب نمبر ۳ کے مسئلہ کے وارثوں کے حصوں کو اس عدد کے تہائی میں ضرب دیا جو میت کے پاس ہے اور وہ نو ۹ ہیں۔ اس کی تہائی ۳ ہوئے۔ اس نمبر ۳ کے وارثوں کے حصوں کو جب ۳ میں ضرب دیا تو دادی کو تین اور دو لڑکوں کو ۱۲ اور لڑکی کو ۳ ملے۔ اب سب حصوں کو جمع کیا گیا تو وہی ۳۲ ہو گئے۔ نمبر ۳ کے مسئلہ کا کام ختم ہوا۔

(مندرجہ بالا مسئلہ کا نقشہ ملاحظہ فرمائیے)

۴/۲

نمبر ۴	تباین	دادی ۹
خاوند		بھائی ۲
۱/۲/۱۸		۲/۱۸

اب نمبر ۴ کے مسئلہ میں دادی میت ہے۔ اس کو پہلے ۹ مل گئے ہیں۔ نمبر ۱ کے مسئلہ میں چھ اور نمبر ۳ کے مسئلہ میں نمبر ۳ اور نمبر ۴ کا مسئلہ بنا ہے۔ ۴ سے اور چار اور نو

میں تباین ہے۔ تو پورے چار کو ۳۲ میں ضرب دی۔ ۱۲۸ حاصل ہوئے۔ ۱۲۸/۴، ۳۲ اب اوپر کے تین مسئلوں کے وارثوں کے حصوں کو تو چار میں ضرب دیں گے اور نمبر۴ کے وارثوں کے حصوں کو نو ۹ میں۔ اس سے اس طرح حساب بنے گا کہ نمبر۱ کے وارث تو سب مر چکے ہیں اور ان ہی کے مال کے حصے بٹ رہے ہیں۔ نمبر۲ میں بیوی اور ماں باپ کے حصوں کو ۴ میں ضرب دیں۔ تو بیوی کو ۸ اور ماں کو ۸ اور باپ کو ۱۶ ملے۔ نمبر۳ کے مسئلہ میں دادی مر چکی۔ اسی کا مال بٹ رہا ہے تو دو بیٹوں اور بیٹی کے حصوں کو ۴ میں ضرب دی تو لڑکوں کو ۴۸ اور لڑکی کو ۱۲ ملے۔ نمبر۴ کے وارثوں کے حصوں کو ۹ میں ضرب دی تو خاوند کو ۱۸ اور دو بھائیوں کو ۱۸ ملے۔ اب کل حصوں کو جب جمع کیا تو وہی ۱۲۸ حاصل ہوئے۔ مسئلہ ختم ہوا۔ اس کے بعد تمام زندہ لوگوں کے نام ان کے حصوں کے ساتھ ایک جگہ "الاحیا" لکھ کر اس کے نیچے لکھ دو اور جتنے لوگ مرے ہوئے ہیں۔ ان کے نام کے نیچے "ں" اس طرح کا ہلالی خط لگا دو تا کہ نشان رہے۔

المباع ۱۲۸

الاحیـــــاء

خاوند	۲ بھائی	۲ بیٹے	بیٹی	باپ	ماں	بیوی
۱۸	۱۸	۴۸	۱۲	۱۶	۸	۸

۱؎ مناسخہ مسئلہ لکھنے کی ترکیب یہ ہے کہ لفظ میت کو لمبا کر کے لکھے اور اس کے الٹی جانب میں میت کا نام لکھا۔ سیدھے کنارے پر وہ عدد لکھا جس سے یہ مسئلہ بنے گا۔ پھر میت کے نام کے الٹی طرف "سف" لکھ کر اس مال کے عدد لکھے جو میت کے پاس پہلے مسئلہ میں ملے ہوئے موجود ہیں اور میت کے نام اور مسئلہ کے عدد کے بیچ میں میت کے مال کے عدد اور مسئلہ کے عدد کے درمیان والی نسبت لکھیں تا کہ اس میں آسانی رہے۔ اس کی مثال وہ ہے جو مسئلہ نمبر۳ میں تھی۔ وہ یہ ہے۔

توافق بالثلث　　بیٹی سف ۹　　مسئلہ ۳

اگر سف اور عدد کے درمیان کے مسئلہ میں توافق ہوا تو سف کے عدد کے بعد لکھ دو جیسا کہ ہم نے مثال میں دکھایا۔ واللہ اعلم منہ غفرلہ

ذی رحم وارثوں کا بیان

"ذی رحم"[1] میت کا وہ رشتہ دار وارث ہے جو ذی فرض اور عصبہ نہ ہو۔ یہ ذی رحم وارث بھی عصبہ کی طرح چار قسم کے ہیں۔ پہلی قسم جو میت کی اولاد میں ہوں جیسے نواسی' نواسے اور پوتی کی اولاد۔ دوسری قسم وہ کہ میت جن کی اولاد میں ہو جیسے فاسد دادی اور فاسد دادا جیسے ماں کا باپ اور ماں کی دادی کہ یہ میت کا فاسد دادا اور فاسد دادی ہیں۔

تیسری قسم وہ جو میت کے ماں باپ کی اولاد میں ہوں جیسے میت کے بھانجے' بھانجی یعنی میت کی بہن کی اولاد۔

چوتھی قسم وہ جو میت کے دادا' نانا کی اولاد ہوں۔ جیسے ماموں' خالہ' پھوپھی اور باپ کا ماں شریکا بھائی۔ یہ لوگ اور ان کے علاوہ جو شخص ان کے ذریعہ سے میت کا رشتہ دار ہو وہ سب ذی رحم ہیں۔ ان میں بھی جو میت کے قریب کا رشتہ رکھتا ہوگا وہ دور والے رشتہ دار کو محروم کردے گا۔ ان میں سے پہلے میت کی اولاد وارث ہے۔ اگر میت کی اولاد نہ ہو تو وہ وارث ہے۔ جس کی اولاد میں میت ہو۔ اگر وہ بھی نہ ہوں تو وہ وارث ہے جو میت کے ماں باپ کی اولاد میں سے ہو۔ اگر یہ بھی نہ ہوں تو وہ وارث ہے جو کہ میت کے دادا کی اولاد میں ہوں۔

---

[1] ذی رحم وارث عصبہ کے ہوتے ہوئے محروم ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح خاوند اور بیوی کے سوا دوسرے ذی فرض وارثوں کے ہوتے ہوئے بھی محروم ہوتے ہیں کیونکہ خاوند اور بیوی پر بچا ہوا مال دوبارہ نہیں بٹتا اور دوسرے ذی فرض وارثوں پر بچا ہوا مال دوبارہ بٹ جاتا ہے۔ تو جب ان ذی فرض وارثوں پر دوبارہ مال بٹ گیا تو اب ذی رحم کے لئے بچا ہی کیا کہ اسے ملے۔ یہ مسئلہ شریفہ سے ماخوذ ہے۔ (۱۲ منہ)

پہلی قسم کے ذی رحم وارثوں کا بیان

اس میں جس کا رشتہ میت سے قریب ہوگا وہ دور کے رشتہ والے کو محروم کر دے گا۔ جیسے نواسی کے ہوتے ہوئے پوتی کی بیٹی کو کچھ نہ ملے گا کیونکہ پوتی کی بیٹی، نواسی کے اعتبار سے میت سے دور ہے۔ اگر قریب ہونے میں سب برابر ہوں تو ان میں سے جو وارث ۱؎ کی اولاد میں ہو پہلے وہ مستحق ہوگا یعنی جو اپنے آپ تو ذی رحم ہے مگر یہ جس کی اولاد میں ہے وہ میت کا وارث تھا تو یہ ذی رحم اس ذی رحم پر مقدم ہوگا۔ جو خود بھی ذی رحم ہے اور جس کی اولاد میں ہے۔ وہ بھی ذی رحم ہے۔ جیسے ایک شخص نے اپنے پیچھے پوتی کی بیٹی اور نواسی کی لڑکی چھوڑی تو اگرچہ یہ دونوں ذی رحم ہیں مگر پوتی کی لڑکی حصہ پائے گی اور نواسی کی لڑکی محروم رہے گی۔ کیونکہ یہ خود بھی ذی رحم ہے اور اس کی ماں یعنی میت کی نواسی بھی ذی رحم ہے۔ بخلاف پوتی کی بیٹی کے کہ وہ اگرچہ خود تو ذی رحم ہے مگر اس کی ماں یعنی میت کی پوتی ذی رحم نہیں بلکہ کبھی ذی فرض ہوتی ہے۔ کبھی عصبہ اگر چند وارث ذی رحم جمع ہو گئے اور سب کا رشتہ میت سے ایک ہی درجہ کا ہے۔ یعنی سب قریب رشتہ کے ہیں یا سب دور رشتہ کے اور ان میں سے کوئی وارث کی اولاد نہیں یا سب وارث کی اولاد ہیں۔ غرض کہ ان میں سے کوئی کسی دوسرے سے بڑھ کر نہیں تو جو لڑکوں کی اولاد میں ہوگا وہ دگنا پائے گا اور جو لڑکیوں کی اولاد میں سے ہے۔ وہ ایک حصہ پائے گا خود یہ ذی رحم خواہ لڑکا ہو یا لڑکی جیسے کہ ایک شخص نے نواسے کی بیٹی اور نواسی کا بیٹا چھوڑا۔ تو مال کے تین حصہ ہو کر نواسے کی بیٹی کو دو اور نواسی کے لڑکے کو ایک ملے گا۔ نواسے کی لڑکی اگرچہ خود عورت ہے مگر دوگنا پائے گی کیونکہ وہ مرد یعنی نواسے کی بیٹی ہے اور نواسی کا لڑکا اگرچہ خود مرد ہے مگر

۱؎ وارث کا لفظ ذی فرض و عصبہ دونوں کو شامل ہے۔ مگر یہاں مراد ذی فرض ہے اس لئے کہ اس صنف میں عصبہ کی اولاد اور ذی فرض کی اولاد ایک ساتھ نہیں پائی جاسکتی۔

ایک حصہ پائے گا۔ کیونکہ وہ نواسی کا لڑکا ہے اور نواسی عورت ہے اور اگر یہ سب ذی رحم اس بات میں بھی برابر ہیں۔ یعنی یا تو سب مرد کی اولاد ہوں یا سب عورت کی اولاد تو اب ان میں اس طرح حصہ بٹے گا کہ لڑکے کو دو حصہ اور لڑکی کو ایک حصہ جیسے کسی نے نواسے اور نواسی چھوڑی تو کل کے تین حصہ ہو کر نواسے کو دو حصے اور نواسی کو ایک حصہ ملے گا۔

دوسری قسم کے ذی رحم وارث کا بیان

دوسری قسم کے ذی رحم جن کی اولاد میں میت ہے جیسے نانا وغیرہ۔ ان میں بھی جس کا رشتہ میت کے قریب ہوگا وہ وارث ہوگا اور دور کے رشتے والے کو محروم کر دے گا جیسے ماں کا باپ اور ماں کا نانا۔ ان میں ماں کا باپ حصہ پائے گا اور ماں کا نانا محروم۔ اگر اس قریب ہونے اور دور ہونے میں سب برابر ہوں۔ تو جس ذی رحم کا رشتہ وارث کے ذریعہ سے ہوگا وہ وارث ہوگا اور جس کا رشتہ میت سے ذی رحم کے ذریعہ سے ہوگا۔ اس کو محروم کر دے گا جیسے ایک شخص نے اپنی ماں کا دادا اور اپنی ماں کا نانا چھوڑا تو ماں کے نانا کو حصہ ملے گا اور ماں کا دادا محروم رہے گا۔ کیونکہ ماں کے دادا کا رشتہ میت سے ماں کے باپ کے ذریعہ ہے اور وہ یعنی ماں کا باپ ذی رحم ہے۔ تو ماں کا دادا خود بھی ذی رحم اور اس کا رشتہ پیدا کرنے والا بھی ذی رحم ہے۔ ماں کا نانا کہ اس کا رشتہ میت سے ماں کی ماں کے ذریعہ سے ہے اور ماں کی ماں صحیح دادی ہے اور وہ وارث ہوتی ہے۔ ان کے تمام حکم پہلی قسم کے ذی رحم وارثوں کی طرح ہیں۔

تیسری قسم کے ذی رحم وارث کا بیان

ان کے حکم بھی وہی ہیں جو پہلی قسم کے ذی رحم لوگوں کے تھے۔ یعنی جس کا رشتہ میت سے قریب ہوگا۔ وہ دور والے ذی رحم کو محروم کر دے گا۔ اسی طرح اس قسم میں

بھی جو ذی رحم وارث کے ذریعہ سے میت کا رشتہ دار ہوگا۔ وہ اس ذی رحم کو محروم کردے گا۔ جو ذی رحم کے ذریعہ سے میت سے رشتہ رکھتا ہو۔ جیسے بھائی کے بیٹے کی بیٹی اور بہن کی بیٹی کا بیٹا کہ اس صورت میں بھائی کے بیٹے کی بیٹی، بہن کی لڑکی کے لڑکے کو محروم کردے گی کیونکہ اس کا رشتہ بھانجی کے ذریعہ سے ہے اور وہ عصبہ ہے۔ باقی تمام مسائل اس کے بھی پہلی قسم کے ذی رحم لوگوں کی طرح ہیں۔

چوتھی قسم کے ذی رحم وارثوں کا بیان

چوتھی قسم کے ذی رحم وارثوں کا یہ حکم ہے کہ اگر ان میں کا کوئی ایک ہی ذی رحم ہے۔ دوسرا نہیں تو یہ ہی پورا مال لے گا کیونکہ کوئی اس کا مقابل موجود نہیں اور اگر اس قسم کے کئی ذی رحم ہیں تو دیکھا جائے گا کہ ان سب ذی رحم وارثوں کا رشتہ میت سے ایک ہی طرف سے ہے یا الگ الگ طرف سے۔ ایک طرف سے رشتہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ سب کا رشتہ میت کے باپ کی طرف سے ہو جیسے میت کی پھوپھیاں اور اخیافی چچا[1] یا سب کا رشتہ ماں کی طرف سے ہو۔ جیسے میت کی خالہ ماموں اگر کوئی ذی رحم ایک ہی طرف کے رشتہ والے یعنی فقط ماں یا فقط باپ کی طرف کے پائے گئے تو ان میں سے جس کا رشتہ میت سے مضبوط ہوگا۔ وہ میراث پائے گا اور کمزور رشتہ والا محروم ہوگا۔ مضبوط رشتہ سے مطلب یہ ہے کہ اس کا رشتہ میت سے دو طرف سے ہو اور کمزور سے مراد یہ ہے کہ اس کا رشتہ ایک ہی طرف سے ہو۔ جیسے میت کی دو پھوپھیاں ہیں۔ ایک تو باپ کی سگی بہن اور دوسری باپ کی ماں شریکی بہن یا باپ شریکی۔ تو باپ کی سگی بہن حصہ پائے گی اور باپ کی ماں شریکی بہن محروم ہوگی۔ اس لئے کہ سگی کا رشتہ میت کے باپ سے دو طرف سے ہے اور اس کا ایک طرف سے اسی

---

[1] باپ کے ماں شریکی بھائی ذی رحم ہیں اور باپ کے سگے بھائی اور باپ شریکی بھائی عصبہ ہیں۔ باپ کی بہن تو ذی رحم ہی ہے چاہے کیسی ہی ہو۔ (۱۲ منہ)

طرح اگر دو پھوپھیاں ہیں۔ ایک تو باپ کی باپ شریکی بہن ہے۔ دوسری ماں شریکی بہن محروم رہے گی کیونکہ باپ کا رشتہ ماں کے رشتہ سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔ ان میں جب ایک ہی درجہ کے رشتہ دار ہوں تو مرد کو دو حصہ اور عورت کو ایک حصہ ملے گا۔ جیسے میت نے پھوپھی اور اخیافی چچا چھوڑا تو پھوپھی کو ایک حصہ اور اخیافی چچا کو دو حصہ ملیں گے۔ اگر ان ذی رحم وارثوں کا رشتہ الگ الگ طرف سے ہے تو اس صورت میں ایک طرف کا مضبوط رشتہ والا ذی رحم دوسرے کمزور رشتہ والے ذی رحم کو محروم نہ کر سکے گا۔ جیسے ایک شخص کی ماں کی سگی بہن اور باپ کی ماں شریکی بہن ہے۔ تو دونوں میت کے مال سے حصہ پائیں گے اگرچہ ماں کی بہن کا مضبوط رشتہ ہے اور باپ کی بہن کا کمزور۔ مگر چونکہ ان کا رشتہ الگ الگ طرف سے ہے اس لئے ایک دوسرے کو محروم نہ کریں گی اور اس صورت میں ماں کی بہن عورت کو ایک حصہ اور باپ کی بہن کو دو حصہ ملیں گے۔ ماں کی بہن عورت کے ذریعہ سے میت کی رشتہ دار ہے اور باپ کی بہن مرد کے ذریعہ سے رشتہ رکھتی ہے۔ لہٰذا باپ کی طرف سے رشتہ والی دو حصہ پائے گی جیسا کہ پہلے گذر چکا۔ اب اگر ہر طرف سے کئی کئی وارث ہوں جیسے کہ تین خالہ ہیں اور چار پھوپھیاں تو پہلے ہر گروہ کو الگ الگ حصہ دے کر جو جو ہر فریق کو ملے وہ اس کے شخصوں پر بانٹ دیا جائے گا۔ تین خالاؤں کو ان کا حصہ دلا کر اس حصہ کے تین حصہ کر کے ہر ایک کو ایک ایک حصہ دے دیا جائے گا۔ اسی طرح سے پھوپھیوں کا معاملہ ہے۔

ان کی اولاد کا بیان

چوتھی قسم کے ذی رحم وارثوں کی اولاد کا وہی حکم ہے جو پہلی قسم کے ذی رحم وارثوں کا تھا یعنی قریب کا رشتہ دار ہوتے ہوئے دور کا رشتہ والا محروم ہوگا تو پھوپھی کا بیٹا ہوتے ہوئے پھوپھی کے پوتے کو کچھ نہ ملے گا۔ اگر قریب اور دور ہونے میں

سب اولاد برابر ہیں تو اگر میت سے ایک رشتہ ہے تو مضبوط رشتہ والا حصہ پائے گا اور کمزور رشتہ[1] والا مضبوط کے ہوتے ہوئے محروم رہے گا۔ اگر اس میں بھی برابر ہوں تو عصبہ کی اولاد ذی رحم کی اولاد کو محروم کر دے گی جیسے میت نے ایک چچا کی بیٹی اور ایک پھوپھی کا بیٹا چھوڑا تو چچا کی بیٹی پھوپھی کے بیٹے کو محروم کر دے گی۔ کیونکہ لڑکی کا رشتہ عصبہ یعنی چچا کے ذریعہ سے ہے اور لڑکے کا رشتہ ذی رحم یعنی پھوپھی کے ذریعہ سے ہے۔ اگر چند طرف کے ذی رحم وارثوں کی اولاد ہو جیسے ایک تو خالہ کی اولاد اور دوسری پھوپھی کی اولاد تو اب مضبوط رشتہ والا کمزور رشتہ والے کو محروم نہ کر سکے گا۔ جیسے باپ کی سگی بہن کی اور ماں کی باپ شریکی بہن کی اولاد ہے۔ تو اگرچہ پہلی کا رشتہ میت سے مضبوط ہے اور دوسری کا کمزور مگر چونکہ ایک ہی طرف کے یہ دونوں وارث نہیں ہیں۔ اس لئے یہ مضبوط رشتہ والی کمزور رشتہ والی کو محروم نہ کر سکے گی۔

حمل کا بیان

عورت کے پیٹ میں بچہ کم سے کم چھ مہینے تک رہ سکتا ہے اور زیادہ سے زیادہ دو سال تک۔ تو اگر کسی عورت کے اس کے خاوند کے مرنے سے دو برس بعد بچہ پیدا ہو تو اس میت خاوند کی یہ میراث نہ پائے گا کیونکہ یہ بچہ میت کا نہیں کسی اور کا ہے اور اگر میت کے مرنے کے بعد دو برس یا دو برس سے کم مدت میں پیدا ہو۔ بیوی نے اس سے پہلے[2] حمل کا انکار نہ کیا تھا تو اس بچہ کو اس میت کے مال سے حصہ ملے گا اور اگر

---

[1] اس کی مثال جیسے میت کے باپ کی سگی بہن کی اولاد ہوتے ہوئے میت کے باپ کی علاتی بہن کی اولاد محروم رہے گی۔ (۱۲ منہ)

[2] حمل سے انکار کرنے کی صورت یہ ہے کہ عورت چار ماہ دس دن کے بعد کہہ چکی ہو کہ میری عدت پوری ہو چکی کیونکہ اگر یہ حمل میت کا تھا تو حمل کے باہر آنے سے پہلے اس کی عدت کیسے پوری ہو گئی۔ اس لئے کہ جس کا خاوند مر جائے اور عورت حاملہ ہو تو اس کی عدت بچے کے پیدا ہونے سے پوری ہوتی ہے اور جب اس نے کہا کہ میری عدت پوری ہو گئی اور بعد میں آٹھ دس ماہ بعد بچہ پیدا ہوا۔ تو معلوم ہوا کہ اس بچہ کا حمل بعد میت ٹھہرا تھا۔

میت کے سوا دوسرے وارث کا ہے جیسے میت کی ماں حاملہ ہے تو اس صورت میں یہ حمل اگر کم سے کم یعنی میت کے مرنے کے بعد چھ ماہ یا کم میں پیدا ہوا تو اس میت کے مال کا وارث ہوگا۔ اگر اس سے زیادہ مدت میں پیدا ہوا تو نہیں۔ اور اگر یہ بچہ[1] زندہ پیدا ہو کر مر جائے تو دوسرے لوگ اس بچہ کے وارث ہوں گے۔ یہ جو کہا کہ بچہ زندہ پیدا ہو تو بچہ کو میت کا مال ملے گا۔ اس سے مطلب یہ ہے کہ پورا بچہ زندہ پیٹ سے باہر آجائے اور اگر باہر آنے کی حالت میں مر گیا تو اگر بچہ سیدھا آیا ہو۔ یعنی سر کی طرف سے پیدا ہوا ہو اور سینہ تک زندہ نکلا تو اس کو زندہ مانا جائے گا۔ یعنی اس کو میت کے مال کا وارث کر کے مال اس بچے کے وارثوں کو دے دیا جائے گا۔ اگر سینہ سے کم تک زندہ نکلا تو اس کو مردہ مان کر میت کے مال سے کچھ نہ ملے گا۔ اگر الٹا پیدا ہوا ہے یعنی پاؤں کی طرف سے ہوا تو اس میں ناف کا اعتبار ہے یعنی اگر ناف تک زندہ پیدا ہوا۔ بعد میں مرا تو اس کو زندہ مان کر میراث کا وارث اور حقدار مانا جائے گا۔ اب جب یہ معلوم ہو چکا تو اس کے مسائل یہ ہیں کہ جس طرح زندہ وارث اپنے رشتہ دار میت کے مال کا حصہ پاتے ہیں اسی طرح جو وارث میت کے مرتے وقت اپنی ماں[2] کے پیٹ میں ہو وہ بھی وارث ہوگا۔ مگر اس شرط سے کہ زندہ پیدا ہو۔ جیسے ایک شخص کا انتقال ہوا۔ اس کے کچھ لڑکے موجود ہیں اور اس کی بیوی حاملہ ہے تو جیسے

---

[1] اگر حمل سے مردہ بچہ پیدا ہوا تو اس کو میت کے مال سے حصہ نہ ملے گا۔ یہ حکم اس صورت میں ہے جب بچہ اپنے آپ مرا ہوا پیدا ہو لیکن اگر حمل گرا دیا گیا تو وارث ہوگا اور دوسرے ورثاء اس کے وارث ہوں گے۔ (رد المحتار منہ ۱۲)

[2] اگر میت کا مال بانٹتے وقت خبر نہ ہوئی کہ میت کی بیوی میت سے حاملہ ہے اور بعد میں بچہ میت سے پیدا ہوا تو اس تقسیم کئے ہوئے مال کو دوبارہ بانٹا جائے گا۔ اسی طرح اگر میت کی بیوی نے کہا کہ مجھے حمل ہے اور دوسرے وارثوں نے کہا کہ تجھ کو حمل نہیں ہے تو کسی جاننے والی ہوشیار دیانتدار دائی کو دکھایا جائے گا۔ اگر وہ حمل بتائے تو حمل مان لیا جائے گا ورنہ نہیں۔ (رد المحتار منہ ۱۲)

یہ موجود لڑکے اس کے وارث ہیں۔ اسی طرح یہ حمل کا بچہ بھی اس کا وارث ہے[۲]۔ اسی طرح اگر کسی کا انتقال ہوا اور اس کے پیچھے کچھ بھائی زندہ موجود ہیں۔ اس کے مرتے وقت اس کی ماں حاملہ ہے تو اگر اس کے زندہ بھائی حصہ پائیں گے تو ضرور یہ حمل کا بچہ بھی حصہ کا حقدار ٹھہرے گا۔ اب جبکہ مال تقسیم کیا جائے تو ایک وارث کا حصہ اس مال سے حمل کے لئے رکھ لیا جائے گا کیونکہ اگر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں ایک سے زیادہ بچے ہوں۔ مگر جب عام طور سے عورتوں کے ایک حمل میں ایک ہی بچہ پیدا ہوتا ہے۔ ایک سے زیادہ بچہ ہونا بہت کم ہے اس لئے ایک ہی بچہ کا حصہ بچا کر رکھا جائے گا اور باقی وارثوں سے ضامن لیا جائے گا۔ اگر ایک سے زیادہ بچے پیدا ہوں تو تم کو اپنے حصوں میں سے اس کے حصہ کے برابر واپس کرنا پڑے گا۔ اب یہ حساب لگایا جائے کہ اگر حمل لڑکی ہوگی تو زیادہ حصہ پائے گی۔ یا لڑکا ہوگا تو زیادہ حصہ پائے گا۔ جس صورت میں حمل کو زیادہ حصہ ملے۔ اسی کا اعتبار کر کے اس حمل کے لئے حصہ رکھا جائے۔ جیسے کہ اگر یہ حمل لڑکی ہو جب تو کل مال کا آدھا پائے گی۔ اگر لڑکا ہو تو عصبہ ہو کر ذی فرض وارثوں سے بچا ہوا مال رکھا جائے۔ بچا ہوا آدھے سے کم ہے تو اس حمل کو لڑکی مان کر اس کیلئے آدھا مال رکھا جائے۔ اس مسئلہ کے بنانے کیلئے قاعدہ یہ ہے کہ حمل کو لڑکا اور لڑکی فرض کر کے دونوں صورتوں سے مسئلہ بناؤ۔ پھر جن عددوں سے یہ دونوں مسئلہ بنے ہیں۔ ان دونوں عددوں کی آپس

---

[۲] بعض علماء فرماتے ہیں کہ اگر عنقریب بچہ پیدا ہونے کی امید ہے۔ ایک ماہ سے کم میں بچہ پیدا ہو جائے گا تو ابھی مال کو تقسیم نہ کیا جائے گا۔ بلکہ بچہ پیدا ہونے کا انتظار کریں کیونکہ خبر نہیں کہ ماں کے پیٹ میں کتنے بچے ہیں اور لڑکا ہے یا لڑکی۔ مگر صحیح یہ ہے کہ انتظار نہ کریں گے۔ چاہے بچہ جلد پیدا ہونے والا ہو یا دیر میں۔ کیونکہ اگر آنے والے بچے کا انتظار کیا تو ممکن ہے کہ جو وارث اب موجود ہیں ان میں سے جب تک کوئی مر جائے تو آنے والے کے انتظار سے موجود وارثوں کو کیوں محروم کر دیا جائے۔ ہاں اگر حمل ایسا ہے کہ اس کے پیدا ہونے پر موجود وارثوں میں سے بعض محروم ہو جائیں گے تو ان وارثوں کو نہ دیا جائے گا جو محروم ہونے والے ہوں۔ واللہ اعلم (ردالمحتار ۱۲ منہ)

میں نسبت دیکھو۔ اگر ان دونوں عددوں میں توافق ہے تو ایک مسئلہ کے عدد کے وفق کو دوسرے مسئلہ کے پورے عدد میں ضرب دو۔ اگر ان دونوں مسئلوں کے عدد میں تباین ہے تو ایک مسئلہ کے پورے عدد کو دوسرے مسئلہ کے پورے عدد میں ضرب دو۔ جو کچھ اس ضرب سے حاصل ہو اس سے مسئلہ کو صحیح کر دیا جائے۔ پھر وارثوں کے حصوں پر نگاہ کرو کہ حمل کے لڑکی ماننے کی صورت میں ان کو جو حصے ملے ہیں ان حصوں کو لڑکے ہونے کی صورت والے مسئلہ کے مخرج میں ضرب دو۔ جو حصے حمل کو لڑکا ماننے کی صورت میں ملے ہیں ان کو لڑکی کے مسئلہ کے مخرج میں ضرب دو۔ اگر ان دونوں مسئلوں کے عددوں میں تباین ہو تب ورنہ اگر توافق ہو تو وارثوں کے حصوں کو ان مسئلوں کے مخرجوں کے وفق میں ضرب دیا جائے۔ دیکھا جائے کہ کس ضرب سے حصہ کم ملا۔ جس ضرب سے حصہ کم ملے وہ اس وارث کو دیدیا جائے اور زیادتی حمل کے لئے رکھ لی جائے۔ اگر حمل سے ایسا بچہ پیدا ہوا جو اس بڑے حصہ کو پانے کا حق دار ہے جب تو اس بچہ کو یہی حصہ دے دیا جائے۔ اور اگر بچہ ایسا پیدا ہوا جو اس زیادتی کا حقدار نہیں ہے تو کم حصہ اس بچہ کو دیا جائے۔ جتنا پہلے ان دوسرے وارثوں کے حصوں میں سے کم کر لیا گیا تھا وہ ان وارثوں کو واپس[1] کر دیا جائے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کا انتقال ہوا۔ اس نے ایک بیٹی اور ماں باپ اور ایک حاملہ بیوی

---

[1] یہ جو معاملہ کیا گیا ہے یہ جب ہے کہ حمل اس وارث کا حصہ لڑکا یا لڑکی ہونے کی صورت میں کم کر دے۔ اگر وارث ایسا ہے کہ اس کا حصہ کم ہو ہی نہیں سکتا۔ حمل چاہے لڑکا ہو یا لڑکی۔ جیسے دادی کو چھٹا حصہ ہی ملے گا چاہے حمل سے لڑکا ہو یا لڑکی تو اس کا حصہ پورا دیا جائے گا اور جو وارث ایسا ہو کہ حمل میں لڑکا ہے جب تو وہ محروم ہو جاتا ہے۔ اگر حمل میں لڑکی ہو تو حصہ پاتا ہے جیسے بھائی تو اس صورت میں ایسے وارث کو کچھ بھی نہ دیا جائے گا بلکہ حمل کے پیدا ہونے کا انتظار ہوگا۔ حمل کے پیدا ہونے کے بعد اگر یہ وارث حصہ کا حق دار ہے تو حصہ دے دیا جائے ورنہ نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ وارث تین طرح کے ہیں۔ ایک وہ جن کا حصہ سارا دے دیا جائے حمل کی پیدائش سے پہلے ہی۔ دوسرا وہ جن کو حمل کے پیدا ہونے سے پہلے بالکل نہیں دیا جاتا۔ تیسرا وہ جن کو کم حصہ دیا جاتا ہے۔ یہاں اسی تیسرے قسم کے وارث کا ذکر ہے۔ (رد المحتار ص ۱۲)

چھوڑی۔ اس طرح:

لڑکی والی صورت					لڑکے والی صورت			
۲۷/۲۴	۲۱۶	احمد			۲۴	احمد		
لڑکی	ماں	باپ	بیوی	حمل لڑکی	لڑکی	ماں	باپ	بیوی	حمل لڑکا
۱۲	۴	۴	۳		۱۳	۴	۴	۳	

اس صورت میں اگر حمل کو لڑکی مانتے ہیں تو مسئلہ ۲۴ سے ہو کر ۲۷ سے عول کیا جائے گا۔ اس میں سے حمل و لڑکی کو ۱۶ باپ کو اور ماں کو چار چار۔ بیوی کو تین ملیں گے اور اگر حمل کو لڑکا مانتے ہیں تو مسئلہ ۲۴ سے ہی صحیح ہوگا۔ اس چوبیس میں سے ماں کو چار، باپ کو چار اور بیوی کو تین، حمل اور لڑکے کو ۱۳ ملیں گے۔ ان مسئلوں کو مخرج ۲۴ اور ۲۷ ہیں۔ جن سے دونوں مسئلے بنے ہیں۔ دیکھا جائے کہ ۲۴ اور ۲۷ میں کیا نسبت ہے۔ معلوم ہوا کہ ان میں تہائی کا توافق ہے کیونکہ تین دونوں کو مٹا دیتا ہے تو ۲۴ کا تہائی لیا۔ ۸۔ اس ۸ کو ۲۷ میں ضرب دی۔ ۲۱۶ حاصل ہوئے۔ اب لڑکی اور ماں و باپ اور بیوی کے حصوں کو ۲۴ اور ۲۷ کے تہائی میں ضرب دی جائے اولاً ۲۴ کے تہائی ۸ میں ضرب دینے سے یہ حصے ملتے ہیں۔

لڑکی	ماں	باپ	بیوی
۱۲۸و ۲۴	۳۲	۳۲	۲۴

اور اگر ان وارثوں کے حصوں کو ۲۷ کی تہائی یعنی ۹ میں ضرب دی تو ان کو یہ حصے ملتے ہیں۔

ماں	لڑکی	باپ	بیوی
۳۶	۳۹	۳۶	۲۷

معلوم ہوا کہ اگر حمل کو لڑکا مانیں تو لڑکی کو ۲۵ کم ملتے ہیں اور بیوی کو تین زیادہ ملتے ہیں۔ ماں و باپ کو چار چار زیادہ ملتے ہیں اور اگر حمل لڑکی مانیں تو لڑکی کو

۲۵ زیادہ اور بیوی کو تین کم اور ماں باپ کو چار چار کم ملتے ہیں۔ لہٰذا حمل کو ماں باپ اور بیوی کے لئے لڑکا مانا جائے گا۔ بیوی کو ۲۴ دیئے جائیں گے۔ تین بچا لئے جائیں گے اور ماں باپ کو ۳۲، ۳۲ دیئے جائیں گے۔ ان کے حصوں میں سے چار چار بچا لئے جائیں گے اور لڑکی کو وہ حصہ ملے گا جو حمل کے لڑکا ماننے پر اس کو ملا ہے کیونکہ یہ ہی کم ہے یعنی ۱۳ کو ۹ میں جب ضرب دی تو ۱۱۷ حاصل ہوئے۔ اس ۱۱۷ کا تہائی یعنی ۳۹ لڑکی کو دیا گیا کیونکہ جب حمل کو لڑکا مانا گیا تو اب ۱۱۷ کے تین حصے کئے جائیں گے۔ اس میں سے دو حصہ لڑکے کے لئے ہیں اور ایک حصہ لڑکی کیلئے خلاصہ یہ ہوا کہ لڑکی کو وہ حصہ دیا جائے گا۔ جو حمل کو لڑکا مان کر ملتا ہے اور باقی ماں باپ اور بیوی کو وہ حصہ ملے گا جو حمل کو لڑکی مان کر ملتا ہے کیونکہ لڑکی کیلئے وہ کم ہے۔ ماں باپ اور بیوی کیلئے یہ کم ہیں اور حمل کیلئے ۲۱۶ میں سے ۸۹ باقی رکھے جائیں گے۔ ان موجودہ وارثوں کے حصے سے حسب ذیل کمی کی گئی۔ لڑکی کے حصے سے ۲۵، بیوی کے حصے سے ۳، ماں کے حصے سے ۴، باپ کے حصے سے ۴، تو کل اٹھا کر رکھے ہوئے حصے ۳۶ ہیں۔ اب اگر حمل سے لڑکی پیدا ہوئی تو فقط بیٹی کو ۲۵ واپس کر دیئے جائیں گے کیونکہ اس صورت میں اس کا حصہ کم ہوا تھا۔ ماں باپ وغیرہ کو کچھ واپس نہ ہوگا۔ اگر حمل سے لڑکا پیدا ہوا تو ماں کو چار، باپ کو چار، بیوی کو تین واپس کئے جائیں گے اور لڑکی کو کچھ واپس نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں لڑکی کے حصہ سے کچھ کم نہ ہوا تھا۔ اگر یہ حمل کا بچہ مرا ہوا پیدا ہو تب تو لڑکی کو ۶۹ اور دیئے جائیں گے کہ یہ ۶۹ انتالیس ۳۹ سے مل کر ۱۰۸ ہو جائیں جو ۲۱۶ کا آدھا ہے۔ بیوی کو تین اور دیئے جائیں گے تاکہ یہ تین ان ۲۴ سے مل کر ۲۷ ہو جائیں گے کیونکہ ۲۷۔ ۲۱۶ کا آٹھواں حصہ ہے اور چار مل کر ۲۱۶ کا چھٹا حصہ یعنی ۳۶ ہو جائیں اور باپ کو چار، اس کا چھٹا حصہ پورا کرنے کیلئے اور باقی ۹ عصبہ ہونے کی وجہ سے دیئے جائیں۔ اب اس طرح مسئلہ ہوا کہ مسئلے کے عدد ۲۱۶ جن میں سے بیٹی کو ۱۰۸، بیوی کو ۲۷، ماں کو ۳۶، باپ کو ۴۰۔ ان کو جمع کیا تو

۲۱۶ ہو گئے۔

مفقود یعنی گمے ہوئے وارث کا بیان

گمے ہوئے شخص سے وہ مراد ہے جو اپنے وطن سے ایسا غائب ہو گیا ہو کہ اس کی خبر نہ رہی کہ مر گیا یا زندہ ہے۔ اگر زندہ ہے تو کہاں ہے۔ ایسے آدمی کا یہ حکم ہے کہ اس کے مال کے معاملہ میں تو اس کو زندہ مانا جائے گا یعنی اس کے مال کا کوئی وارث نہ ہوگا۔ اس کے دوسرے رشتہ داروں کے مال میں اس کو مردہ جانا جائے گا یعنی کسی کے مال کا وہ وارث نہیں۔ یہ تو دوسرے کے مال کا وارث نہ ہوگا مگر دوسرے وارثین جو اس کی وجہ سے محروم ہوئے ہوں ان کو اس وقت نہ دیا جائے گا۔ اسی طرح جس کا حصہ اس کی وجہ سے کم ہوتا ہوگا اس کو کم کر دیا جائے گا اور اس کا مال رکھا جائے گا۔ کسی کو ورثہ میں نہ دیا جائے گا۔ جب تک کہ اس کی موت کی خبر نہ مل جائے۔ اگر کسی طریقہ سے معلوم ہو جائے کہ وہ فلاں تاریخ میں مر گیا تو اس تاریخ میں جو اس کے وارثین زندہ ہوں گے ان میں اس کا مال بانٹ دیا جائے گا۔ اگر اس کی موت کی خبر نہ ملے تو جب اس کی زندگی کی مدت ختم ہو جائے تب اس کی موت کا حکم دیا جائے گا۔ یہ مدت ۹۰ سال ہے یعنی جب اس کی عمر ۹۰ سال ہو جائے۔ جیسے ایک آدمی ۴۰ سال کی عمر میں غائب ہوا اور ۵۰ سال غائب ہوئے ہو گئے۔ اب اس کی عمر ۹۰ سال کی ہو گئی ہے۔ جس وقت کہ اس کی موت کا حکم دیا گیا۔ اس وقت جتنے وارث زندہ ہوں گے ان ہی میں مفقود کے مال کی میراث تقسیم کر دی جائے۔ اسی طرح اس کی موت سے پہلے جن لوگوں کا مال تقسیم ہوا۔ اس کی وجہ سے اس کے وارثوں کے حصے کم کر دیئے گئے یا ان کو مال نہ دیا گیا تھا۔ وہ مال ان وارثوں کو آج دیا جائے گا یعنی

جس وارث کا حصہ اس گمے ہوئے کی وجہ سے نہ دیا گیا تھا اس کو آج دیا جائے گا۔ اس کے حصے کی کمی پوری کر دی جائے گی۔ جیسے ایک آدمی کا انتقال ہوا۔ اس نے ماں، بیوی، بھائی اور ایک گما ہوا بیٹا چھوڑا تو ماں اور بیوی نے اس کی وجہ سے کم پایا۔ بھائی اس کی وجہ سے بالکل حصہ نہ پاسکا۔ اب جب کہ اس کے مرنے کا حکم دیا گیا تو ماں اور بیوی کا حصہ پورا کر دیا گیا اور بھائی کو اس کا حصہ مل گیا۔ اس مسئلہ کے بنانے کا بھی وہی قاعدہ ہے جو حمل کے بیان میں گزر چکا ہے کہ اس کے رشتہ داروں میں سے اگر کوئی شخص مرے اور اس کے وارثوں میں اس طرح کا مال تقسیم کیا جائے تو دو طرح اس کے مال کا مسئلہ بنایا جائے۔ ایک تو اس گمے ہوئے کو زندہ مان کر دوسرے اس کو مردہ مان کر اور ان دونوں مسئلوں کے عددوں میں ایک دوسرے کو ضرب دے دو۔ اگر تباین ہو اور اگر توافق ہو تو ایک کے وفق کو دوسرے میں ضرب دے دی جائے۔ پھر اسی طرح ان کے وارثوں کو جس مسئلہ سے جتنے حصے ملے ہوں ان کو دوسرے مسئلہ کے پورے مخرج یا وفق سے ضرب دے دی جائے اور جس میں حصہ کم ملے وہ ہی حصہ دے دیا جائے۔ باقی زیادتی رکھ لی جائے اور جو شخص اس گمے ہوئے شخص کو زندہ ماننے سے محروم ہوتا ہو اس کو اس وقت مال نہ دیا جائے۔ غرض کہ جو کچھ حمل کے بیان میں تفصیل سے گزرا وہی یہاں کیا جائے۔ پھر جب یہ گما ہوا آدمی مردہ ثابت ہو تب ان وارثوں کے رکھے ہوئے حصے واپس کر دیے جائیں۔

مرتد کا حکم

جو شخص مسلمان ہونے کے بعد کافر[1] ہو جائے اس کو مرتد کہتے ہیں۔ اگر مرتد

---

[1] کافر یا تو اس طرح ہو جائے کہ مذہب اسلام کو چھوڑ کر کسی دوسرے مذہب سے جا ملے۔ جیسے عیسائی یا یہودی یا ہندو ہو جائے اور یا اس طرح کہ وہ تو اپنے آپ کو مسلمان ہی سمجھتا رہے اور دعویٰ اسلام کا ہی کرتا رہے۔ مگر شریعت اس کو کافر کہتی ہو جیسے اس زمانے کے صرف وہ لوگ جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں بری باتیں لکھیں (باقی اگلے صفحہ پر)

اپنے کفر پر ہی مر جائے یا قتل کر دیا جائے تو مال جو اس نے اپنے مسلمان ہونے کے زمانہ میں کمایا تھا اس میں سے اس کا وہ قرض جو مسلمان ہونے کے زمانہ کا ہوا' ادا کیا جائے گا۔ اس سے جو مال بچے وہ ان وارثوں میں بانٹ دیا جائے جو اس کے مرتے وقت یا قتل ہوتے وقت موجود ہیں۔ جو مال مرتد ہونے کے بعد کمایا ہے اس سے مرتد ہونے کے بعد جو اس پر قرضہ ہو گیا ہو وہ ادا کیا جائے اور جو باقی بچ جائے وہ بیت المال میں رکھ دیا جائے۔ تاکہ مسلمان کی ضرورتوں میں کام آئے اور اگر عورت مرتد ہوگئی تو اس کے تمام مال سے اس کے وارث ورثہ پائیں گے چاہے وہ اسلام کے زمانے میں مال کمایا ہو یا کافر ہونے کے بعد جو شخص مرتد ہو گیا۔ وہ اپنے کسی رشتہ دار کے مال سے ورثہ نہیں پا سکتا چاہے وہ رشتہ دار مسلمان ہو یا وہ بھی مرتد ہو گیا ہو۔

اسی طرح مرتدہ عورت کسی کے مال سے ورثہ نہ پائے گی ہاں اگر معاذ اللہ کسی شہر کے تمام لوگ مرتد ہو گئے تو ان میں ایک دوسرے کے مال ورثہ میں پائیں گے۔

قیدی وارث کا بیان

جس مسلمان شخص کو کافر قید کر کے اپنے ملک میں لے گئے وہ جب تک اسلام پر قائم رہے اس وقت تک اور مسلمانوں کی طرح ہے کہ اپنے رشتہ داروں کے مال سے ورثہ پائے گا۔ اگر اس قیدی مسلمان نے نعوذ باللہ اپنا مذہب بدل لیا تو اس کے حکم اب مرتد کی طرح ہو جائیں گے اور اگر اس کے رشتہ داروں کو خبر نہ رہی کہ وہ مسلمان ہے یا کافر ہو گیا۔ اس کا حکم گمے ہوئے شخص کی طرح ہے کہ اس کے دوسرے رشتہ داروں کو اپنے مورثوں (مرنیوالوں) کے مال سے کم حصہ دیا جائے گا اور باقی بچا کر رکھا جائے گا۔ جب پوری خبر مل جائے کہ وہ مسلمان ہے تب تو خیر' اور اگر خبر ملے کہ وہ کافر ہو چکا تو وارثوں کا وہ مال بچا کر رکھا گیا' واپس کر دیا جائے گا۔

(بقیہ گزشتہ صفحہ سے) یا بکیں۔ یا اس بکنے کو اچھا سمجھا۔ جیسے قادیانی نیچری وغیرہ اور دوسرے وہ لوگ جو شرعاً کافر ہو چکے مگر وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ (۱۲ منہ)

جو لوگ جل کر یا ڈوب کر یا دب کر مرجائیں ان کا

بیان

اگر ایک کنبہ کے لوگوں کی جماعت اچانک مر جائے چاہے ڈوب کر یا جل کر یا دب کر یا کسی اور طرح اور پتہ نہ چلے کہ ان میں پہلے کون مرا ہے اور بعد میں کون تو یہ سمجھا جائے گا کہ یہ سب لوگ ایک ساتھ ہی مرے لہذا ان مرنے والے وارثوں میں سے کسی کو کسی کا وارث نہ بنایا جائے گا بلکہ اب ان کے وارثوں میں سے جو زندہ ہیں۔ ان کو ہی ان مرنے والوں کے مال کا ورثہ دیا جائے جیسے باپ' بیٹا' بھائی' بہن کسی مکان سے دب کر مر گئے تو نہ باپ کے مال سے اس اولاد کو حصہ ملے اور نہ اس بیٹے' بیٹی کے مال سے باپ کو کچھ ملے بلکہ جو ان سب کے رشتہ داروں میں سے زندہ ہوں گے۔ ان میں ہی ان مرنے والوں کا مال بانٹ دیا جائے۔ واللہ ورسولہ اعلم۔

ناچیز احمد یار خان بدایونی

صدر مدرس مدرسہ مسکینہ دھوراجی کاٹھیاوار

۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ھ

اسلامی زندگی

اضافہ

مصنف

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

قادری پبلشرز

منظور منزل ۴۲، اردو بازار لاہور